جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ

ماہنامہ

ضربِ حق

سرگودھا



جمادی ثانیہ ۱۴۳۱ھ، جون ۲۰۱۰ء



سید محمد سبطین شاہ نقوی

- عقیدۂ ختمِ نبوت قرآنِ مجید کی روشنی میں
- عقیدۂ ختمِ نبوت احادیث کی روشنی میں
- اصحابِ ثلاثہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نظر میں
- کیا محمد بن حسن شیبانی ثقہ ہے؟
- نمازِ جنازہ میں امام کہاں کھڑا ہوگا؟
- اہل الحدیث اور اہل الرائے

جامعہ امام بخاری اہلِ حدیث مقام حیات سرگودھا

ضربِ حق

شمارہ نمبر ② ، جلد نمبر ① ،

جمادیٰ ثانیہ ۱۴۳۱ھ ، جون ۲۰۱۰ء

①	عقیدۂ ختمِ نبوت قرآنِ مجید کی روشنی میں	غلام مصطفےٰ ظہیر امن پوری	2
2	عقیدۂ ختمِ نبوت احادیث کی روشنی میں	غلام مصطفےٰ ظہیر امن پوری	7
③	اصحابِ ثلاثہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نظر میں	سید محمد سبطین شاہ نقوی	21
4	محمد بن حسن شیبانی کی توثیق اور اس کی استنادی حیثیت	حافظ زبیر علی زئی	25
5	نمازِ جنازہ میں امام کہاں کھڑا ہوگا؟	حافظ ابو یحییٰ نور پوری	35

عقیدۂ ختمِ نبوت قرآنِ مجید کی روشنی میں

غلام مصطفٰے ظہیر امن پوری
مدیر ماہنامہ السنہ، جہلم

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں رسولوں کو بھیجنے کا جو وعدہ کیا تھا، وہ پورا کر دیا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین بنا کر ختمِ نبوت والی نعمت آپ کو عطا کر دی۔ آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی کو واجب الاتباع قرار دیا، قیامت تک آپ ﷺ کی نبوت ورسالت جاری وساری ہے، جیسا کہ:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَآفَّةً لِلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ (سبا : ۲۸)

''ہم نے آپ کو پوری انسانیت کے لیے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

نیز فرمایا: ﴿قُلْ يٰأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ (الاعراف : ۱۵۸)

''کہہ دیجیے، اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی عمومی نبوت ورسالت کے ساتھ ساتھ ختم نبوت ورسالت کا بھی اعلان فرمایا ہے، جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمًا﴾ (الاحزاب : ٤٠)

''محمد (ﷺ) تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں، لیکن اللہ کے رسول اور سب نبیوں سے آخری نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

مفسر ابنِ عطیہ (۵۴۱ھ) اس آیتِ کریمہ کے تحت فرماتے ہیں:

وهذه الألفاظ عند جماعة علماء الأمّة خلفا وسلفا متلقّاة على العموم التّام مقتضية نصّا أنّه لا نبيّ بعده صلّى الله عليه وسلّم .

''علمائے سلف وخلف کی ایک جماعت کے ہاں یہ الفاظ مکمل عموم پر ہیں اور واضح طور پر اس بات

کا تقاضا کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔'' (تفسیر القرطبی : ۱۹۶/۱۴)

چونکہ آپ ﷺ کی نبوت ورسالت عام ہے،آپ کا دین جامع ، واضح ، باکمال، عام فہم اور ہر قسم کے ردوبدل سے محفوظ ہے، اس بنیاد پر آپ ﷺ کو خاتم النبیین بنا کر بھیجا گیا ہے،آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا،اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ علم ذکر کی ہے، یہ باور کرانے کے لیے کہ قیامت تک ایسی دینی ضرورتیں،جن میں وحی کی ضرورت ہوتی ہے، وہ اللہ کے علم میں ہیں، وہ سب تنصیصاً وتعلیلاً پوری کردی گئی ہیں۔

''خاتم'' کا لفظ دو طرح پڑھا جاتا ہے:

① ایک تاء کے کسرہ کے ساتھ،اس میں دو احتمال ہیں:

(ا) اسم فاعل ہو تو ''خاتم'' کا معنیٰ ہوگا ختم کرنے والا ۔

(ب) اسمِ آلہ خلاف قیاس ہو،جس کا معنیٰ ہوگا ختم کا آلہ ،یعنی آپ کے ساتھ نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔

امام ابنِ جریر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **بكسر التّاء خاتم النّبيّين بمعنىٰ أنّه ختم النّبيّين .** ''تاء کے کسرہ سے خاتم النبیین کا معنیٰ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے نبیوں کا سلسلہ ختم کردیا ہے۔'' (تفسیر الطبری : ۱۲/۲۲۔۱۳)

② لفظِ خاتم اگر تاء کے فتحہ کے سے پڑھا جائے تو اس صورت میں اسمِ آلہ خلافِ قیاس ہوگا،اس کے دو معنیٰ ہوں گے:

(ا) آخر ،یعنی آخری نبی سب سے پیچھے آنے والے۔

(ب) مہر کا مطلب ہوگا کہ آپ بمنزلہ مُہر ہیں۔اب نبوت پر مہر لگادی گئی ہے۔خاتم کے معنیٰ مہر کے ہوں یا آخر کے یا ختم کرنے والے کے، ہر صورت میں اس کا مفہوم یہی ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ کے بعد کسی کو نبوت نہیں مل سکتی۔اس میں نبوت کی کوئی تخصیص نہیں کہ وہ اصلی ہو یا بروزی وظلی ، تشریعی یا غیر تشریعی۔اگر غیر تشریعی کا وجود ہو تو غیر تشریعی نبوت بھی ختم ہے۔اگر اس کا وجود ہی نہیں تو وہ

پہلے سے ہی معدوم ہے، پھر اس کے ختم کا کوئی معنیٰ نہیں۔ احادیثِ صحیحہ اور اجماعِ امت اس معنیٰ کی تائید کرتا ہے۔(ختم نبوت از حافظ محمد گوندلوی : ۱۸۔۱۹)

سوال : خاتم النبیین میں الف لام استغراق کے لیے نہیں، بلکہ ایسا الف لام ہے، جیسے ویقتلون النّبیّین میں ہے، یہ الف لام استغراقی نہیں، کیونکہ سارے نبی قتل نہیں ہوئے۔

جواب : جمع مذکر سالم پر اگر الف و لام داخل ہو تو اصل میں جمیع افراد کے لیے ہوتا ہے، جیسے رب العالمین کا معنیٰ ہے سارے جہانوں کا رب۔

اگر قرینہ پایا جائے تو اس سے بعض افراد مراد لیے جاسکتے ہیں، آیت ﴿ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيّٖنَ ﴾ میں تین قرینے ہیں، جن سے النبیین کی تخصیص کی جاتی ہے:

① لفظِ قتل، کیونکہ بعض جگہ قرآنِ مجید نے بعض نبیوں کے قتل کا ذکر کیا ہے، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴾ ''ایک فریق کو تم قتل کرتے ہو۔'' اور واقعہ بھی اسی طرح ہے کہ بعض نبی قتل ہوئے ہیں۔ یہ قرینہ حسی ہے اور پہلا لفظی۔

② یہود کا فاعل ہونا، کیونکہ یہود صرف انہی کو قتل کر سکتے تھے، جو نبی ان میں ہوئے۔

③ بعض انبیاء کے غیر مقتول ہونے کا ذکر۔

یہ تین قرائن دلالت کرتے ہیں کہ یہاں بعض نبی مراد ہیں، جبکہ خاتم النبیین کی تخصیص پر کوئی قرینہ نہیں۔ ثابت ہوا کہ محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ احادیث اور اجماعِ امت اس پر زبردست دلیل ہیں۔

اب جو نبیٔ اکرم ﷺ کے بعد پیدا ہو کر نبوت کا مدعی ہوگا یا نبیٔ اکرم ﷺ کے نبی کا پیدا ہونا ممکن سمجھے، وہ بالاتفاق کافر ہے۔

علامہ ابنِ حزم رحمہ اللہ (۴۵۶ھ) لکھتے ہیں: وأمّا من قال : إنّ اللّٰه هو فلان بعينه أو إنّ اللّٰه يحل فی جسم من أجسام خلقه أو إنّ بعد محمّد صلّى اللّٰه عليه

وسلّم نبيّا غير عيسى ابن مريم ، فإنّه لا يختلف اثنان فی تكفيره ، لصحّة قيام الحجّة بكلّ هذا على كلّ أحد ... ''جو شخص کہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص کے روپ میں ہے یا کہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کسی مخلوق کے جسم میں حلول کرتا ہے یا کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے علاوہ کوئی اور نبی بھی آ سکتا ہے، تو اس کے کافر قرار دینے میں (اہل اسلام میں سے) کوئی دو شخص بھی اختلاف نہیں کرتے ، کیونکہ ان میں سے ہر چیز کی دلیل ہر شخص پر قائم ہو چکی ہے۔''

(الفصل فی الملل والاهواء والنحل لابن حزم : ۱۳۹/۳، طبع مصر)

قاضی عیاض رحمہ اللہ (م۵۴۴ھ) لکھتے ہیں:

وكذلک من ادّعى نبوة أحد مع نبيّنا صلّى اللّٰه عليه وسلّم أو بعده كالعيسويّة من اليهود القائلين لتخصيص رسالته إلى العرب ، وكالخرميّة القائلين بتواتر الرّسل ، وكأكثر الرّافضة القائلين بمشاركة عليّ فی الرّسالة للنّبیّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم وبعده ، وكذلک كلّ إمام عند هؤلاء يقوم مقامه فی النّبوّة والحجّة ، وكالبزيعيّة والبيانيّة ، منهم القائلين بنبوّة بزيع وبيان وأشباه هؤلاء ، أو من ادّعى النّبوّة لنفسه ، أو جوّز اكتسابها ، والبلوغ بصفاء القلب إلى مرتبتها كالفلاسفة وغلاة المتصوّفة ، وكذلک من ادّعى منهم أنّه يوصى إليه ، وإن لم يدع النّبوّة أو أنّه يصعد إلى السّماء ، ويدخل إلى الجنّة ويأكل من ثمارها ويعانق الحور العين ، فهؤلاء كلّهم كفّار ، مكذّبون النّبیّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم لأنّه أخبر صلّى اللّٰه عليه وسلّم أنّه خاتم النّبيّين ، ولا نبیّ بعده ، وأخبر عن اللّٰه أنّه خاتم النّبيّين ، وأنّه أرسل كافّة للنّاس ، وأجمعت الأمّة على حمل هذا الكلام على ظاهره ، وأنّ مفهومه المراد منه دون تأويل ولا تخصيص ، فلا شکّ فی كفر هؤلاء الطّوائف كلّها قطعًا وإجماعًا وسمعًا ...

''اسی طرح جو شخص نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک یا آپ کے بعد نبوت میں کسی کو شریک قرار

دے، جیسے یہود کا عیسویہ فرقہ کہتا ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ کے نبوت خطۂ عرب کے ساتھ خاص ہے۔ خرمیہ فرقہ والے کہتے ہیں کہ رسول متواتر آتے رہیں گے۔ اکثر رافضی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ آپ کی رسالت میں شریک ہیں۔ اسی طرح ان کے نزدیک ان کا ہر امام بھی نبوت وحجت میں نبیٔ اکرم ﷺ کے قائم مقام ہے۔ اسی طرح بزیعیہ اور بیانیہ وغیرہ فرقے کرتے ہیں، وہ بزیع اور بیان وغیرہ کی نبوت کے قائل ہیں۔ یا جس نے خود نبوت کا دعویٰ کیا یا فلاسفہ اور غالی صوفیوں کی طرح دل کی صفائی سے نبوت کے اکتساب اور نبوت کے مرتبہ تک پہنچنا جائز سمجھتا ہے، اسی طرح جس نے یہ دعویٰ کیا کہ اس پر وحی نازل ہوتی ہے، اگرچہ وہ نبوت کا دعویدار نہ ہو یا وہ یہ کہتا ہے کہ وہ آسمان پر چڑھتا ہے، نیز جنت میں داخل ہوتا ہے اور اس کے پھل کھاتا ہے اور حورِ عین سے معانقہ کرتا ہے، یہ سارے کے سارے لوگ کافر ہیں۔ نبیٔ اکرم ﷺ کو جھوٹا سمجھنے والے ہیں، کیونکہ آپ ﷺ نے خبر دی ہے کہ اب آپ خاتم النبیین ہیں۔ آپ ﷺ پوری انسانیت کی طرف مبعوث ہیں۔ امت کا اجماع ہے کہ یہ کلام اپنے ظاہری معنیٰ پر محمول ہے، اس میں کسی قسم کی تاویل وتخصیص کی گنجائش نہیں۔ پس مذکورہ بالا فرقوں کے کفر میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اجماع اور قرآن وسنت کے دلائل کی وجہ سے یہ لوگ دائرۂ اسلام سے قطعاً خارج ہیں۔''

(الشفا للقاضی عیاض : ۲/۲۷۰۔۲۷۱، النسخة الثانية : ۲/۱۰۷۱)

علامہ آلوسی حنفی (م ۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں: **وكونه صلّى الله عليه وسلّم خاتم النّبيّين ممّا نطق به الكتاب وصدعت به السّنّة وأجمعت عليه الأمّة ، فيكفّر مدّعي خلافه ويقتل إن أصرّ .** ''آپ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا ان عقائد میں سے ہے، جن کو قرآنِ کریم نے بول کر بیان کیا ہے، سنت نے اسے واشگاف کیا ہے اور امت نے اس پر اتفاق کیا ہے، لہٰذا اس کے خلاف کوئی دعویٰ کرنے والا کافر قرار دیا جائے گا اور اگر اس دعوے پر اصرار کرے تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔'' (روح المعانی : ۲۲/۳۲، ۳۹)



عقیدۂ ختمِ نبوت احادیث کی روشنی میں

غلام مصطفےٰ ظہیر امن پوری
مدیر ماہنامہ السنہ، جہلم

متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ حافظ ابنِ کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وقد أخبر تعالٰی فی کتابه ورسولُه فی السّنّة المتواترة عنه أنّه لا نبیّ بعده ، لیعلموا أنّ کلّ من ادّعی هذا المقام بعده ، فهو کذّاب ، أفّاک ، دجّال ، ضالّ ، مضلّ .

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن) اور اس کے رسول نے سنت (حدیث) جو آپ سے متواتر منقول ہے، میں خبر دی ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے تاکہ لوگوں کو علم ہو جائے کہ ہر وہ شخص جو نبیٔ کریم ﷺ کے بعد اس مقام (نبوت) کا دعویٰ کرے، وہ جھوٹا، مفتری، دجال، خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔''

(تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر ، تحت آیت سورة الاحزاب : ٤٠)

① سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

کانت بنو إسرائیل تسوسهم الأنبیاء ، کلّما هلک نبیّ خلفه نبیّ ، وإنّه لا نبیّ بعدی ، وسیکون خلفاء ، فیکثرون .

''بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کرام علیہم السلام کرتے تھے، جب کوئی نبی فوت ہوتا تو دوسرا نبی اس کا خلیفہ ہوتا، مگر (سن لو) میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ خلیفے ضرور ہوں گے اور بکثرت ہوں گے۔''

(صحیح بخاری : ٣٤٥٥، صحیح مسلم : ١٨٤٢)

② سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إنّ مثلی ومثل الأنبیاء من قبلی کمثل رجل بنی بیتا ، فأحسنه وأجمله إلّا موضع لبنة من زاویة ، فجعل النّاس یطوفون به ویعجبون له ، ویقولون : هلّا وضعت

هذه اللّبنة ؟ قال : فأنا اللّبنة ، و أنا خاتم النّبيّين .

''میری اور مجھ سے پہلے انبیائے کرام کی مثال ایسی ہے، جیسے کسی نے حسین وجمیل گھر بنایا، لیکن ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، لوگ اس عمارت کے اردگرد گھومتے ہیں اور اس کی عمدگی پر اظہارِ حیرت کرتے ہیں، مگر کہتے ہیں کہ اینٹ کی جگہ پُر کیوں نہ کردی گئی؟ تو وہ اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔'' (صحیح بخاری : ۳۵۳۵، صحیح مسلم : ۲۲/۲۲۸۶)

③ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فأنا موضع اللّبنة ، جئت فختمت الأنبياء عليهم السّلام .

''میں اس اینٹ کی جگہ ہوں، پس میں آیا، میں نے انبیاء علیہم السلام کی آمد کے سلسلے کو ختم کردیا۔''

(صحیح مسلم : ۲۲۸۷)

ایک روایت میں ہے: **فأنا موضع اللّبنة ، ختم بی الأنبياء .**

''اس اینٹ کی جگہ میں فٹ ہوگیا ہوں، انبیاء کی آمد مجھ پر ختم اور منقطع ہوگئی ہے۔''

(مسند الطیالسی : ۱۸۹٤، وسندہٗ صحیحٌ کالشمس وضوحاً)

④ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فضّلت على الأنبياء بستّ ، أعطيت جوامع الكلم ، ونصرت بالرّعب ، وأحلّت لى الغنائم ، وجعلت لى الأرض طهورا ومسجدا وأرسلت إلى الخلق كافّة ، وختم بى النّبيّون .

''مجھے چھ چیزوں میں انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دی گئی ہے۔ مجھے جامع کلمات عطا کیے گئے ہیں، رعب و دبدبہ کے ساتھ میری نصرت کی گئی ہے، میرے لیے (بشمول میری امت) ساری کی ساری زمین مسجد اور پاکیزگی حاصل کرنے کا ذریعہ بنادی گئی ہے۔ میں پوری دنیا کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں، مجھ پر نبیوں کا سلسلہ ختم کردیا گیا ہے۔''

(صحیح مسلم : ۵۲۲)

⑤ سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أنا محمّد ، وأنا أحمد ، وأنا الماحى الّذى يمحى بى الكفر ، وأنا الحاشر

الّذی یحشر النّاس علی عقبی ، وأنا العاقب الّذی لیس بعدہٗ نبیّ .

''میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں کہ میرے ذریعہ سے کفر کو محو کیا جائے گا، میں حاشر ہوں کہ میرے بعد حشر برپا ہوگا، میں عاقب ہوں، عاقب وہ ہے کہ جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔''

(صحیح بخاری : ۳۵۳۲، صحیح مسلم : ۲۳۵٤، واللفظ لہ)

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

کان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یسمّی لنا نفسہ أسماء ، فقال : أنا محمّد ، وأحمد ، والمقفی ، والحاشر ، ونبیّ التّوبۃ ، ونبیّ الرّحمۃ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہمیں اپنے اسمائے گرامی بتایا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا، میں محمد ہوں، میں مقفی (سب سے پیچھے آنے والا، جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو) ہوں میں حاشر ہوں میں توبہ اور رحمت والا نبی ہوں۔'' (صحیح مسلم : ۱۲٦/۱۳۵۵)

یہ حدیث اس بات پر دلیل ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت برپا ہوجائے گی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور قیامت کے درمیان کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

⑥ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وإنّہ سیکون فی أمّتی کذّابون ثلاثون ، کلّھم یزعم أنّہ نبیّ ، وأنا خاتم النّبیّین ، لا نبیّ بعدی .

''میری امت میں تیس بڑے جھوٹے پیدا ہوں گے، جن میں سے ہر ایک کا یہ دعویٰ ہوگا کہ وہ نبی ہے، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

(مسند الامام احمد : ٥ /۲۷۸، سنن ابی داوٗد : ٤۲۵۲، سنن الترمذی : ۲۲۱۹، سنن ابن ماجہ : ۳۹۵۲، المستدرك للحاکم : ٤/٤۵۰، وسندہٗ صحیحٌ، واصلہ فی مسلم : ۱۹۲۰، ۲۸۸۹)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ نے بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

⑦ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إنّ الرّسالۃ والنّبوّۃ قد انقطعت ، فلا رسول بعدی ولا نبیّ .

''اس میں کوئی شک نہیں کہ رسالت ونبوت منقطع ہو چکی ہے، میرے بعد کوئی رسول ہے، نہ ہی کوئی نبی ہے۔'' (مسند الامام احمد : ۳/۲۶۷، ح : ۱۳۸۶۰، جامع الترمذی : ۲۲۷۲، فضائل الطبرانی : ۳۳۸-۳۳۹، المستدرك للحاكم : ۳/۳۹۱، مصنف ابن ابی شیبة : ۱۱/۵۳، وسندهٗ صحیحٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح''، امام الضیاء رحمہ اللہ (۲٦٤٥) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کی سند کو بخاری ومسلم کی شرط پر ''صحیح'' کہا ہے اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

یہ حدیث تنصیص وتصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔

⑧ سیدنا ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: **أيّها النّاس ! إنّه لا نبيّ بعدی ، ولا أمّة بعدكم .**

''اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔''

(المعجم الكبير للطبرانی : ۸/۱۱۵، ح : ۷۵۳۵، السنة لابن ابی عاصم : ۱۰۹۵، وسندهٗ صحیحٌ)

⑨ سیدنا ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دجال کے بارے میں خطبہ دیا اور فرمایا:

أيّها النّاس ! إنّه لم تكن فتنة على الأرض أعظم من فتنة الدّجال ، وإنّ الله لم يبعث نبيّا إلّا حذّره أمّته ، وأنا آخر الأنبياء ، وأنتم آخر الأمم ، وهو خارج فيكم لا محالة ، فإن يخرج وأنا فيكم فأنا حجيج نفسه ، والله خليفتی على كلّ مسلم ، وإنّه يخرج من خلة بين الشّام والعراق ، فيعيث يمينا ويعيث شمالا ، فيا عباد الله ! اثبتوا ، فإنّه يبدأ فيقول : أنا نبيّ ، ولا نبيّ بعدی ، ثمّ يثنی فيقول : أنا ربّكم ، ولن ترو ربّكم حتّى تموتوا ، وإنه أعور ، وإنّ ربّكم ليس بأعور ، وإنّه مكتوب بين عينيه كافر ، يقرأه كلّ مؤمن ، فمن لقيه منكم فليتفل فی وجهه ...

''اے لوگو! روئے زمین پر فتنۂ دجال سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں۔ ہر نبی نے اپنی امت کو اس فتنہ

سے ڈرایا ہے۔ میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو، وہ لامحالہ اس امت میں آنے والا ہے، اگر وہ میری زندگی میں آجائے تو میں ہر مسلمان کی طرف سے اس کا حریف ہوں، وہ اگر میرے بعد آئے تو ہر آدمی اپنے طور پر اس کا حریف ہے۔ اللہ تعالیٰ میری طرف سے ہر مسلمان پر نگہبان ہے۔ وہ شام اور عراق کے درمیان سے نکلے گا، چارسو فساد برپا کردے گا، اے اللہ کے بندو! ثابت قدم رہنا، وہ اس بات سے ابتداء کرے گا کہ میں نبی ہوں، حالانکہ میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا۔ دوسرے نمبر پر وہ یہ کہے گا کہ میں تمہارا رب ہوں، جبکہ تم مرنے سے پہلے اپنے رب کو نہیں دیکھ پاؤ گے، اس (دجال) کی حالت یہ ہوگی کہ وہ کانا ہوگا، جبکہ تمہارا رب کانا نہیں ہے، اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لفظِ کافر لکھا ہوگا، جسے ہر مؤمن پڑھ لے گا۔ تم میں سے جو بھی اسے ملے، اس کے منہ پر تھوک دے۔۔۔''

(السنة لابن ابی عاصم : ٤٠٠، وسندہٗ حسن ، عمرو بن عبد الله الحضرمی ، وثقه ابن حبان والعجلی ، فهو موثق)

⑩ سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إنّی عبد اللّٰه مکتوب لخاتم النّبیّین ، وإنّ آدم لمنجدل فی طینته ، وسأخبركم بأوّل ذلک : دعوة أبی إبراهیم ، وبشارة عیسی بی ، والرّؤیا الّتی رأت أمّی ، وکذلک أمّهات النّبیّین یرین ، أنّها رأت حین وضعتنی أنّه خرج منها نور أضاءت منه قصور الشّام .

''آدم علیہ السلام ابھی اپنی مٹی میں ہی تھے کہ مجھے اللہ کے ہاں آخری نبی لکھ دیا گیا تھا اور میں تمہیں اس کی تاویل وتعبیر بتاتا ہوں کہ میں ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں، عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں اور اپنی والدہ کا وہ خواب ہوں، جو انہوں نے میری ولادت سے پہلے دیکھا تھا اور انبیاء کی مائیں اسی طرح کے خواب دیکھتی تھیں۔ میری والدہ نے میرے ایامِ ولادت کے دوران دیکھا کہ ان سے ایک روشنی نکلی، جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے۔'' (مسند الامام احمد : ٤/١٢٧، تفسیر الطبری : ١/٥٦٦، ٢٨/٨٧، واللفظ له ، تفسیر ابن ابی حاتم : ١٢٦٤، طبقات ابن سعد : ١/١٤٨۔١٤٩، تاریخ المدینة لعمر بن شبة : ٢/٦٣٦، المعرفة والتاریخ لیعقوب بن سفیان : ٢/٣٤٥، المعجم الکبیر للطبرانی : ١٨/٢٥٢،

مسند الشاميين للطبرانی : ۱۹۳۹، المستدرك للحاكم : ۴۱۸/۲، دلائل النبوة للبیهقی : ۸۰/۱، ۳۸۹-۳۹۰، ۱۳۰/۲، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابنِ حبان رحمہ اللہ (۶۴۰۴) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس کو ''صحیح'' قرار دیا ہے، نیز حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''حسن'' بھی کہا ہے۔(سیر اعلام النبلاء للذهبی : ۴۷/۱)

⑪ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فإنّی آخر الأنبیاء ، وإنّ مسجدی آخر المساجد .

''میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد (نبوی) ہے۔'' (صحیح مسلم : ۵۰۷/۱۳۹۴)

⑫ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

خلف رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم علیّ بن أبی طالب فی غزوة تبوک ، فقال : یا رسول اللّٰہ ! تخلفنی فی النّساء والصّبیان ؟ فقال : أما ترضیٰ أن تکون منّی بمنزلة هارون من موسیٰ ؟ غیر أنّه لا نبیّ بعدی .

''غزوۂ تبوک کے موقع پر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو (مدینہ میں) اپنا جانشین مقرر کیا، سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ! کیا آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں پیچھے چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا آپ اس بات پر راضی نہیں کہ میرے ساتھ آپ کی وہی نسبت ہو، جو ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام سے تھی، البتہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔''

(صحیح بخاری : ۳۷۰۶، صحیح مسلم : ۲۴۰۴، واللفظ له)

⑬ سیدہ اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے یہ فرماتے ہوئے سنا:

أنت منّی بمنزلة هارون من موسیٰ ، إلّا أنّه لیس نبیّ بعدی .

''آپ کی میرے ساتھ وہ نسبت ہے، جو موسیٰ علیہ السلام کو ہارون علیہ السلام سے تھی، مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔'' (مسند الامام احمد : ۳۶۹/۶، ۴۳۸، السنن الکبری للنسائی : ۸۱۴۳، مسند اسحاق :

۲۱۳۹، السنة لابن ابی عاصم : ۱۳۴۶، المعجم الکبیر للطبرانی : ۱۴۶/۲۴، مصنف ابن ابی شیبة : ۶۰/۱۲۔۶۱، وسندہٗ صحیحٌ)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **رواہ أحمد والطّبرانیّ ، ورجال أحمد رجال الصّحیح غیر فاطمة بنت علیّ ، وھی ثقة .**

''اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے بیان کیا ہے اور امام احمد کے راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں سوائے فاطمہ بنتِ علی کے اور وہ ثقہ ہیں۔'' (مجمع الزوائد : ۱۰۹/۹)

⑭ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یبقی بعدی من النّبوّة شیء إلّا المبشّرات ، قالوا : یا رسول اللہ ! وما المبشّرات ؟ قال : الرّؤیا الصّالحة یراھا الرّجل أو تری له .

''میرے بعد مبشرات کے علاوہ نبوت میں سے کچھ باقی نہیں، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عرض کیا، اے اللہ کے رسول! مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا، نیک خواب، جو آدمی دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں۔'' (زوائد مسند الامام احمد : ۱۲۹/۶، البزار (کشف الاستار : ۲۱۱۸) ، وسندہٗ حسنٌ)

سعید بن عبدالرحمٰن الجمحی ''صدوق، حسن الحدیث'' ہے۔

(نیز دیکھیں الموتلف للدارقطنی : ۱۷۷/۱، وسندہٗ حسنٌ)

⑮ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لم یبق من النّبوّة إلّا المبشّرات ، قالوا : وما المبشّرات ؟ قال : الرّؤیا الصّالحة. ''نبوت میں سے مبشرات کے علاوہ کچھ باقی نہیں، صحابہ کرام نے عرض کیا، مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا، نیک خواب۔'' (صحیح بخاری : ۶۹۹۰)

⑯ سیدنا حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ذھبت النّبوّة ، فلا نبوّة بعدی إلّا المبشّرات ، قیل : وما المبشّرات ؟ قال : الرّؤیا الصّالحة یراھا الرّجل أو تری له .

''نبوت ختم ہوگئی ہے، میرے بعد کوئی نبوت نہیں ہے، سوائے مبشرات کے، کہا گیا کہ مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا، نیک خواب جو آدمی دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں۔''

(البزار (کشف الاستار : ۲۱۲۱) ، المعجم الکبیر للطبرانی : ۳۰۵۱، وسندهٗ صحیحٌ)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **رواه الطّبرانیّ والبزّار ، ورجال الطّبرانیّ ثقات .**

''اسے طبرانی اور بزار نے بیان کیا ہے، طبرانی کے راوی ثقہ ہیں۔'' (مجمع الزوائد : ۱۷۳/۷)

شیخ المعلمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **اتّفق أهل العلم علی أنّ الرّؤیا لا تصلح للحجّة ، وإنّما هی تبشیر وتنبیه ، وتصلح للاستئناس بها إذا وافقت حجّة شرعیّة صحیحة .**

''اہل علم اس بات پر متفق اللسان ہیں کہ (امتی کا) خواب حجت (شرعی) بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، وہ محض بشارت اور تنبیہ کا کام دیتا ہے، البتہ جب وہ صحیح شرعی حجت کے مطابق وموافق ہوتو مانوسیت وطمانیت کا فائدہ دیتا ہے۔'' (التنکیل للشیخ عبد الرحمن المعلمی : ۲۴۲/۲)

⑰ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أیّها النّاس ! إنّه لم یبق من مبشّرات النّبوّة إلّا الرّؤیا الصّالحة ، یراها المسلم ، أو تری له . ''اے لوگو! مبشراتِ نبوت میں سے صرف نیک خواب باقی رہ گئے ہیں، جو ایک مسلمان آدمی دیکھتا ہے یا اسے دکھائے جاتے ہیں۔'' (صحیح مسلم : ۴۷۹)

⑱ سیدہ ام کرز رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ذهبت النّبوّة ، وبقیت المبشّرات .

''نبوت ختم ہوگئی ہے اور مبشرات باقی رہ گئی ہیں۔'' (مسند الامام احمد : ۳۸۱/۶، مسند الحمیدی : ۳۴۸، سنن ابن ماجه : ۳۸۹۶، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابنِ حبان رحمہ اللہ (۶۰۴۷) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ ابو یزید المکی ''حسن الحدیث'' راوی ہیں۔ امام ابنِ حبان رحمہ اللہ، امام عجلی رحمہ اللہ نے اس کی توثیق کی ہے۔

⑲ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نمازِ فجر کے بعد فرمایا کرتے

تھے، کیا تم میں سے کسی نے آج رات کوئی خواب دیکھا ہے؟ اور فرمایا کرتے تھے:

إنّه ليس يبقى بعدى من النبوّة إلّا الرّؤيا الصّالحة .

''یقیناً میرے بعد نبوت میں سے کچھ باقی نہیں (یعنی نبوت کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے)، البتہ نیک خواب باقی ہیں۔'' (مؤطا امام مالك : ۹۵٦/۲، مسند الامام احمد : ۲ /۳۲۵، سنن ابی داوٗد : ۵۰۱۷، المستدرك للحاكم : ٤/۳۹۰ـ۳۹۱، وسندهٗ صحيحٌ)

اس حدیث کو امام ابنِ حبان رحمہ اللہ (۶۰۴۸) اور امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ مبشرات، یعنی مسلمان آدمی کے نیک خواب جو اجزائے نبوت میں سے ہیں، وہ باقی رہیں گے۔

⑳ سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

لو كان بعدى نبيّ لكان عمر بن الخطّاب .

''اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔'' (سنن الترمذی : ۳٦۸٦، مسند الامام احمد : ٤ /۱۵٤، المعجم الكبير للطبرانی : ۱۷ /۱۸۰، ۲۹۸، المستدرك للحاكم : ۸۵/۳، ح : ٤٤۵۹، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن غریب''، امام حاکم رحمہ اللہ نے ''صحیح الاسناد'' اور حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''صحیح'' کہا ہے۔

مشرح بن ہاعان جمہور محدثین کرام کے نزدیک ثقہ ہیں۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی تشریعی یا غیر تشریعی نبی نہیں آئے گا۔ اگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نبی نہیں ہوئے تو اور کون ہو سکتا ہے؟

㉑ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لقد كان فيمن كان قبلكم من نبى إسرائيل رجال يكلّمون من غير أن يكونوا أنبياء ، فإن يكن فى أمّتى منهم أحد فعمر .

''تم سے پہلے جولوگ بنی اسرائیل میں گزرے ہیں، ان میں ایسے لوگ بھی تھے، جن سے کلام کی جاتی تھی، جبکہ وہ نبی نہ تھے۔ اگر میرے امت میں سے کوئی ہوا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہوں گے۔''

(صحیح بخاری : ۳۶۸۹)

ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں: **لقد كان فيمن كان قبلكم من الأمم مُحدَّثون ، فإن يكن في أمّتي أحد ، فإنّه عمر .**

''پہلی امتوں میں **مُحَدَّث** گزرے ہیں، اگر میری امت میں کوئی ہوا تو وہ عمر رضی اللہ عنہ ہوں گے۔''(صحیح بخاری : ۳۶۸۹، ورواہ مسلم : ۲۳۹۸ وغیرہ من حدیث عائشۃ)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

ما كان من نبيّ إلّا وفي أمّته معلّم أو معلّمان ، فإن يكن في أمّتي أحد منهم ، فعمر بن الخطّاب . ''کوئی نبی ایسا نہیں گزرا، جس کی امت میں ایک دو معلّم نہ ہوئے ہوں۔ اگر میری امت میں کوئی ایسا ہوا تو وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوں گے۔''

(السنۃ لابن ابی عاصم : ۱۲۹۷، وسندهٗ حسنٌ)

اس کے راوی عبدالرحمٰن بن ابی الزناد ''موثق، حسن الحدیث'' ہیں، حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وهو ثقة عند الجمهور ، وتكلّم فيه بعضهم بما لا يقدح فيه .

''یہ جمہور کے نزدیک ثقہ ہیں، بعض نے ان میں کلام کی ہے، جو موجبِ قدح نہیں۔''

(نتائج الافکار لابن حجر : ۳۰۴)

یادرہے کہ ''**مُحدَّث**''، ''**مُكلَّم**'' اور ''**مُعَلَّم**'' کا ایک ہی مطلب ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی محدث ومکلم اور معلم اس امت میں سے ہوتا تو وہ سیدنا عمر بن خطاب ہوتے۔ اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگر عمر رضی اللہ عنہ نہ ہوئے تو کوئی بھی نہ ہوگا، یعنی نبی تو درکنار محدث ومکلم اور ملہم بھی نہ ہوں گے۔

(۲۲) اسماعیل بن عبدالرحمٰن السدی (حسن الحدیث) کہتے ہیں:

سألت أنس بن مالك ، قلت : صلّى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم على ابنه

إبراهيم ؟ قال : لا أدري ، رحمة الله على إبراهيم لو عاش كان صدّيقا نبيّا .

''میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیٹے ابراہیم پر نمازِ جنازہ پڑھی تھی؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں نہیں جانتا (پڑھی تھی یا نہیں پڑھی تھی)۔ابراہیم پر اللہ کی رحمت ہو۔اگر وہ زندہ ہوتے تو سچے نبی ہوتے۔'' (مسند الامام احمد : ٣/٢٨٠۔٢٨١، طبقات ابن سعد : ١/١٤٠، وسندہٗ حسنٌ)

㉓ اسماعیل کہتے ہیں کہ میں نے ابن ابی اوفیٰ سے کہا:

رأيت إبراهيم ابن النبيّ صلّى الله عليه وسلّم ، قال : مات صغيرا ، ولو قضى أن يكون بعد محمّد صلّى الله عليه وسلّم نبيّ عاش ابنه ، ولكن لا نبيّ بعده .

''کیا آپ نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم کو دیکھا ہے؟ فرمایا، وہ بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے۔اگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوتا کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہوسکتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے زندہ رہتے،لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔'' (صحیح بخاری : ٦١٩٤، سنن ابن ماجہ : ١٥١٠، المعجم الاوسط للطبرانی : ٦٦٣٨، تاریخ ابن عساکر : ٣/١٣٥)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے زندہ نہ رہے۔نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو بھی مدعیٔ نبوت ہوگا، وہ مفتری اور دجال وکذاب ہوگا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **إنّ بين يدى السّاعة ثلاثين كذّابا ، دجّالا ، كلّهم يزعم أنّه نبيّ .** ''قیامت سے پہلے تیس کذاب دجال پیدا ہوں گے، وہ سارے کے سارے نبوت کے دعویدار ہوں گے۔'' (دلائل النبوۃ للبیہقی : ٦/٤٨٠، وسندہٗ حسنٌ)

نیز فرمایا: **لا تقوم السّاعة حتّى يخرج ثلاثون كذّابا ، دجّالا ، كلّهم يكذب على الله وعلى رسوله .** ''قیامت قائم نہیں ہوگی، جب تک تیس (نامور) کذاب، دجال پیدا نہیں ہوں گے، وہ سارے کے سارے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر جھوٹ باندھتے ہوں گے۔'' (سنن ابی داوٗد : ٤٣٣٤، وسندہٗ حسنٌ)

۲۴ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ روزِ قیامت شفاعت کبریٰ کے لیے جہاں دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کے پاس جائیں گے، وہاں عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھی جائیں گے اور کہیں گے، اے عیسیٰ ! اپنے رب کے ہاں ہمارے فیصلے کی سفارش کیجیے، وہ فرمائیں گے کہ اس وقت میں آپ کے کام نہیں آسکتا۔ **ولكن ائتوا محمّدا صلّى الله عليه وسلّم ، فإنّه خاتم النّبيين .**

''محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائیں، وہ آخری نبی ہیں۔''

وہ آج موجود ہیں، ان کے پہلے اور بعد کے گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے، بھلا آپ مجھے یہ بتائیں کہ اگر کسی برتن میں سامان رکھ کر مہر لگا دی گئی ہو، کیا وہ مہر توڑے بغیر اس سامان تک رسائی ممکن ہے؟ لوگ کہیں گے، نہیں، تو عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے:

فإنّ محمّدا صلّى الله عليه وسلّم خاتم النّبيّين . ''یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔''

(مسند الامام احمد : ۲۴۸/۳، وسندہٗ صحیحٌ)

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بڑی پیاری مثال دے کر بات سمجھائی ہے کہ جس طرح مہر توڑے بغیر سامان کا حصول ناممکن ہے، اسی طرح اس کام کے لیے مہر والی ہستی کے پاس جانا ہوگا، جو کہ آخری نبی ہیں۔

۲۵ سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أبيتم ، فوالله ! إنّي لأنا الحاشر ، وأنا العاقب ، وأنا النّبيّ المصطفٰى ، آمنتم أو كذبتم . ''(اے یہودیو!) تم نے (لا الٰہ الا اللہ کا) انکار کیا ہے۔ اللہ کی قسم! میں حاشر ہوں، (یعنی میرے بعد حشر برپا ہوگا)، میں عاقب ہوں (میرے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا)، میں نبی مصطفیٰ ہوں، خواہ تم مجھ پر ایمان لاؤ یا میری تکذیب کرو۔'' (مسند الامام احمد : ۲۵/۶، ح : ۲۴۴۸۴، وسندہٗ حسنٌ)

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إنّه والله ! لا تقوم السّاعة حتّى يخرج ثلاثون كذّابا ، آخرهم الأعور الدّجّال .

''اللہ کی قسم! اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی، جب تک تیس (نامور) کذاب (جھوٹے نبی) پیدا نہیں ہوں گے، ان میں سے آخری کانا دجال ہوگا۔'' (مسند الامام احمد : ۱۶/۵، المعجم الکبیر

للطبرانی : ٦٧٩٧، ٦٧٩٨، ٦٧٩٩، المستدرك للحاکم : ٣٢٩/١۔٣٣٠، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ابنِ خزیمہ رحمہ اللہ (۱۳۹۷)، امام ابنِ حبان رحمہ اللہ (۲۸۵۶) نے ''صحیح'' اور امام حاکم رحمہ اللہ نے بخاری و مسلم کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

اس حدیث کو امام ابوداؤد (۱۱۸۴)، امام نسائی (۱۴۸۴) اور امام ترمذی (۵۶۲) رحمہم اللہ نے مختصراً اسی سند سے روایت کیا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے ''حسن صحیح'' بھی قرار دیا ہے۔

اس کا راوی ثعلبہ بن عباد ''حسن الحدیث'' ہے۔ امام ابنِ خزیمہ، امام ابنِ حبان، امام ترمذی اور امام حاکم رحمہم اللہ نے اس کی حدیث کی تصحیح کر کے اس کی توثیق کی ہے، لہٰذا اس کو ''مجہول'' قرار دینے والوں کا قول مردود ہے۔ **فافہم!**

(۲۶) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا تھا:

یا صاحب رسول اللّٰه ! أیدفن رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم ؟ قال : نعم ، قالوا : أین ؟ قال : فی المکان الّذی قبض فیه روحه ، فإنّ اللّٰه لم یقبض روحه إلّا فی مکان طیّب ، فعلموا أن قد صدق . ''اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا جائے گا؟ آپ نے کہا، ہاں! انہوں نے کہا، کہاں؟ فرمایا، جس جگہ میں آپ کی روح قبض کی گئی، اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح کو پاکیزہ جگہ میں ہی قبض کیا ہے۔ اس سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یقین ہو گیا کہ آپ سچ فرما رہے ہیں۔'' (مسند عبد بن حمید : ٣٦٥، السنن الکبرٰی (کتاب الوفاة) للنسائی : ٤٢، الشمائل للترمذی : ٣٧٨، المعجم الکبیر للطبرانی : ٦٥/٧، دلائل النبوة للبیهقی : ٢٥٩/٧، وسندهٗ صحیحٌ وصححه ابن خزیمة : ١٥٤١، ١٦٢٤)

حافظ ہیثمی رحمہ اللہ کہتے ہیں: **ورجاله ثقات .** ''اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں۔'' (مجمع الزوائد : ١٨٣/٥) حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: **إسنادهٗ صحیح ، لکنّه موقوف .** ''اس حدیث کی سند صحیح ہے، البتہ یہ موقوف (قولِ صحابی) ہے۔'' (فتح الباری : ٥٢٩/١) اس سند کے بارے میں بوصیری لکھتے ہیں:

هذا إسناد صحیح ، ورجاله ثقات . ''یہ سند صحیح ہے اور اس کے راوی ثقہ

ہیں۔'' (مصباح الزجاجه للبوصيرى : ١/١٣٦، ح : ١٢٣٤)

۲۷ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں:

إنّ أناسا كانوا يأخذون بالوحى فى عهد رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم وإنّ الوحى قد انقطع ، وإنّما نأخذكم الآن بما ظهر لنا من أعمالكم .

''یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں لوگ وحی کے ذریعے پکڑے جاتے تھے، لیکن اب وحی منقطع ہوچکی ہے، اب تو ہم تمہیں انہی اعمال کی وجہ سے پکڑیں گے، جو ہمارے لیے ظاہر ہوں گے۔'' (صحيح بخارى : ٢٦٤١)

۲۸ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

قال أبو بكر رضى اللّٰه عنه بعد وفاة رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم لعمر : انطلق بنا إلى أمّ أيمن ، نزورها كما كان رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم يزورها ، فلمّا انتهينا إليها بكت ، فقالا : ما يبكيك ؟ ما عند اللّٰه خير لرسوله صلّى اللّٰه عليه وسلّم ، فقالت : ما أبكى أن لّا أكون أعلم أنّ ما عند اللّٰه خير لرسوله صلّى اللّٰه عليه وسلّم ، ولكن أبكى أنّ الوحى قد انقطع من السّماء ، فهيجتهما على البكاء ، فجعل يبكيان معا . ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا، آؤ ہم امِ ایمن کو مل کر آئیں، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ملا کرتے تھے۔ جب ہم ام ایمن رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے تو انہوں نے رونا شروع کردیا۔ دونوں نے کہا، آپ کو کون سی چیز رُلا رہی ہے؟ اللہ کے ہاں اپنے رسول کے لیے خیر ہے۔ انہوں نے کہا، میں اس لیے نہیں روتی کہ مجھے یہ علم نہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے، وہ اس کے رسول کے لیے بہتر ہے، بلکہ میں تو اس لیے روتی ہوں کہ آسمان سے وحی منقطع ہوگئی ہے۔ انہوں نے سیدنا ابوبکر و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کو بھی رونے پر اُکسا دیا، وہ دونوں بھی رونے لگ گئے۔'' (صحيح مسلم : ٢٤٥٤)

اس سے ثابت ہوا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آسمانوں سے وحی منقطع ہوگئی ہے۔

اصحابِ ثلاثہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نظر میں

سید محمد سبطین شاہ نقوی

بعض ناعاقبت اندیش یہ کہتے نہیں تھکتے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اصحابِ ثلاثہ کو ظالم اور غاصب سمجھتے تھے، حالانکہ یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ پر بہتان ہے، حقیقت اس کے برعکس ہے۔ دلائل ملاحظہ ہوں:

دلیل نمبر ① : سیدنا ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: **ألا أخبركم بخير هذه الأمّة بعد نبيّها ؟ أبو بكر ، ثمّ قال : ألا أخبركم بخير هذه الأمّة بعد أبى بكر ؟ عمر .**

''خبردار! کیا میں تمہیں اس امت کے نبی کے بعد اس امت کے بہترین شخص کے بارے میں خبر نہ دوں؟ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر فرمایا، کیا میں ابوبکر کے بعد اس امت کے بہترین شخص کے بارے میں نہ بتاؤں؟ وہ عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔''

(زوائد مسند الامام احمد : ١٠٦/١، ١١٠، وسندهٗ حسن ، والحديث الصحيح المتواتر)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **وقال عليّ رضى الله عنه : خير هذه الأمّة بعد نبيّها أبوبكر ، وعمر ، هذا والله العظيم ! قاله على ، وهو المتواتر عنه ، لأنّه قاله على منبر الكوفة ، فلعن الله الرّافضة ، ما أجهلهم !**

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت کے بہترین شخص ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ اللہ کی قسم! سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے یہ بات فرمائی ہے اور یہ ان سے متواتر ہے، کیونکہ انہوں نے یہ بات کوفہ کے منبر پر کہی تھی۔ اللہ تعالیٰ رافضیوں پر لعنت کرے! وہ کتنے جاہل ہیں۔''

(سیر اعلام النبلاء للذهبى : ١٥/٢٨)

دلیل نمبر ② : محمد بن الحنفیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

أيّ النّاس خير بعد رسول اللّٰه ؟ قال : أبو بكر ، قال : قلت : ثمّ من ؟ قال : ثمّ عمر ، قال : ثمّ خشيت أن أقول : ثمّ من ؟ فيقول : عثمان ، فقلت : ثمّ أنت يا أبی ؟ قال : ما أنا إلّا رجل من المسلمين .

''رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں سے بہترین شخص کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا، ابوبکر رضی اللہ عنہ ، میں نے کہا، پھر کون؟ فرمایا، عمر رضی اللہ عنہ ، پھر میں ڈرا کہ میں نے مزید پوچھا تو آپ عثمان رضی اللہ عنہ کا نام لیں گے، لہٰذا میں نے کہا، پھر تو آپ ہیں نا اے دادا جان! فرمایا، میں تو مسلمانوں میں سے ایک عام آدمی ہوں۔'' (صحیح بخاری : ۸۱۵/۲، ح : ۳۶۷۱، سنن ابی داوٗد : ۴۶۲۹، مصنف ابن ابی شیبة : ۴۷۳/۷، السنة لابن ابی عاصم : ۱۲۰۴،۱۲۰۶، الشریعة للآجری : ۱۸۶۶، ۱۸۶۹، الاعتقاد للبیهقی : ۵۱۷، واللفظ له ، وسندهٗ صحیحٌ)

فائدۂ جلیلة : ابو مالک الاشجعی کہتے ہیں کہ میں نے ابنِ حنفیہ سے کہا:

أبو بكر كان أوّل القوم إسلاما ؟ قال : لا ، قلت : فبما علا وسبق حتّى لا يذكر أحد غير أبی بكر ؟ قال : كان أفضلهم إسلاما حتّى لحق باللّٰه عزّ وجلّ .

''کیا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے پہلے مسلمان ہوئے تھے، انہوں نے کہا، نہیں، میں نے کہا، پھر کس وجہ سے وہ آگے نکل گئے تھے اور فائق ہو گئے تھے حتی کہ ان کے بغیر کسی کا ذکر ہی نہیں ہوتا، فرمایا، آپ رضی اللہ عنہ اسلام میں سب صحابہ سے بہتر تھے، یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے جا ملے۔''

(السنة لابن ابی عاصم : ۱۲۵۵، مصنف ابن ابی شیبة : ۷/۱۲، وسندهٗ صحیحٌ)

دلیل نمبر ③ : عبدِ خیر کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی بن ابی

طالب رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا، آپ نے نبیٔ اکرم ﷺ کا تذکرہ فرماتے ہوئے کہا:

قبض رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم على خير ما قبض عليه نبیّ من الأنبياء ، وأثنى عليه صلّى اللّٰه عليه وسلّم ، قال : ثمّ استخلف أبو بكر ، فعمل بعمل رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم وبسنّته ، ثمّ قبض أبو بكر على خير ما قبض عليه أحد ،

وكان خير هذه الأمّة بعد نبيّها صلّى الله عليه وسلّم ، ثمّ استخلف عمر ، فعمل بعملهما وسنّتهما ، حتّى قبض على خير ما قبض عليه أحد ، وكان خير هذه الأمّة بعد نبيّها وبعد أبى بكر .

''اللہ کے رسول ﷺ اس سب سے بہترین طریقے پر فوت ہوئے ،جس پر کوئی نبی فوت ہوا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی تعریف کی ، کہا، پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے افعال اور آپ ﷺ کی سنتوں پر عمل کیا ، پھر سیدنا ابوبکر بہترین موت فوت ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ نبیٔ اکرم ﷺ کے بعد اس امت کے سب سے بہترین فرد تھے، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب کیے گئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں کے افعال اور طریقے کو اپنایا ، پھر وہ بہترین موت فوت ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ نبیٔ اکرم ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد اس امت کے سب سے بہترین فرد تھے۔'' (مصنف ابن ابی شیبة : ۳۳٤/۷، زوائد مسند الامام احمد : ۱۲۷/۱، وسندهٗ صحيحٌ)

دلیل نمبر ④ : سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

قال لى النبىّ صلّى الله عليه وسلّم ولأبى بكر : مع أحدكما جبريل ، ومع الآخر ميكائيل ، وإسرافيل ملك عظيم يشهد القتال ، ويكون فى الصّفّ .

''نبیٔ اکرم ﷺ نے مجھے اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تم میں سے ایک کے ساتھ جبریل اور دوسرے کے ساتھ میکائیل ہیں، جبکہ اسرافیل ایک بہت بڑے فرشتے ہیں جو کہ لڑائی میں حاضر ہوتے ہیں اور صف میں موجود ہوتے ہیں۔'' (المستدرك للحاكم : ۳/ ٦٨، السنة لابن ابی عاصم : ۱۲۵۲، مصنف ابن ابی شیبة : ۱٦/۱۲، وسندهٗ حسن ، وهو صحيحٌ)

امام حاکم رحمہ اللہ نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے، حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔

دلیل نمبر ⑤ : ابنِ ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا:

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ (وفات کے بعد) اپنی چارپائی پر رکھ دیئے گئے۔ لوگوں نے ان کو چاروں طرف

سے گھیر رکھا تھا، وہ آپ کے اٹھائے جانے سے پہلے آپ کے لیے دعا و استغفار کر رہے تھے۔ مجھے کسی اس آدمی کے سوا کسی نے متوجہ نہیں کیا، جو میرے کندھے کو پکڑنے والا تھا، اچانک وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے لیے رحم کی دعا کی اور فرمایا، آپ نے اپنے پیچھے کسی ایسے شخص کو نہیں چھوڑا، جس جیسے عمل لے کر اللہ کے دربار میں پیش ہونا میں زیادہ اچھا سمجھتا ہوں، مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ جگہ دے گا، میں اکثر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا کہ میں، ابوبکر اور عمر گئے، میں، ابوبکر اور عمر داخل ہوئے، میں، ابوبکر اور عمر نکلے۔'' (صحیح بخاری: ۵۲۰/۱، ۳۶۸۵، صحیح مسلم: ۲۷۴/۲، ح: ۲۳۸۹)

سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہما بتا رہے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے راضی تھے، ان کے لیے دعائے رحمت کرتے تھے اور وہ سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی بتاتے تھے۔

دلیل نمبر ⑦ : سالم بن ابی حفصہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

سألت أبا جعفر محمّد بن عليّ ، وجعفر بن محمّد عن أبي بكر وعمر ، فقالا لي : يا سالم ! تولّاهما وابرأ من عدوّهما ، فإنّهما كانا إمامي هدى ، قال سالم : وقال لي جعفر بن محمّد : يا سالم ! أيسبّ الرّجل جدّه ؟ أبو بكر جدّي ، لا نالتني شفاعة محمّد صلّى اللّٰه عليه وسلّم يوم القيامة إن لم أكن أتولّاهما وأبرأ من عدوّهما . ''میں نے ابوجعفر محمد بن علی (امام باقر رحمہ اللہ) اور جعفر بن محمد (امام صادق رحمہ اللہ) سے سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں سوال کیا تو ان دونوں نے مجھے کہا، اے سالم! تو ان دونوں سے محبت رکھ اور ان کے دشمنوں سے برائت کا اظہار کر، کیونکہ وہ دونوں ہدایت کے امام تھے، سالم نے کہا، مجھے جعفر بن محمد الصادق رحمہ اللہ نے یہ بھی کہا کہ اے سالم! کیا کبھی آدمی اپنے دادا کو گالی دیتا ہے؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے دادا ہیں، مجھے قیامت کے دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت حاصل نہیں ہوگی اگر میں ان دونوں (سیدنا ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) سے محبت نہ رکھوں گا اور ان کے دشمنوں سے اظہارِ برائت نہ کروں گا۔''

(الاعتقاد للبیهقی : ۵۰۴، وسندهٗ حسنٌ)



تصدیق تائیدِ ربانی فی جواب: مضمون فضل ربانی
اِبطال مزاعم توثیقاتِ ابن فرقد الشیبانی

الحمد للّٰہ رب العالمین والصّلٰوۃ والسّلام علٰی رسولہ الأمین ، أما بعد:

ابن فرقد یعنی محمد بن الحسن الشیبانی نامی ایک راوی پر امام یحییٰ بن معین، احمد بن حنبل، عمرو بن علی الفلاس، ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی، ابوزرعہ الرازی، نسائی، عقیلی، ابن حبان، ابن عدی اور ابن شاہین البغدادی (دس محدثین) نے جرح کی اور قاضی ابویوسف نے فرمایا: اس کذاب یعنی محمد بن الحسن سے کہو۔ الخ (تاریخ بغداد ۲/۱۸۰، وسندہ حسن)

جمہور کی اس جرح کے مقابلے میں ایک جاہل دشنام طراز (دیوبندی) نے ''فضل ربانی'' کے نام سے مختلف اقساط میں ایک مضمون لکھا ہے جس میں بزعمِ خویش ابن فرقد کی توثیق ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ درج ذیل تحقیقی مضمون میں اس بعض الناس کے بیت العنکبوت کو تار تار کر کے اُس کے توثیقی مزاعم کا باطل و مردود ہونا براہینِ قاطعہ سے ثابت کر دیا گیا ہے۔ والحمدللہ

۱) بعض الناس نے کہا:

''امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اس کو لازم پکڑے رکھو کیونکہ وہ (امام محمد بن حسنؒ) تمام لوگوں سے زیادہ عالم ہیں۔ دیکھئے (فضائل ابی حنیفہ واخبارہ لابن ابی العوام ص ۱۲۰ قلمی و بلوغ الامانی لامام الکوثری ص ۵۷، ۳۶ وغیرہما)''

جواب: اس روایت کی سند مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبیہ ابی یوسف ومحمد بن الحسن للذہبی کے حاشیے پر ایک متعصب تقلیدی ابوالوفاء الافغانی کے قلم سے موجود ہے:

''**كتاب ابن أبي العوام ... قال: حدثني أحمد بن محمد بن سلامة قال: حدثني أحمد بن أبي عمران قال: حدثني محمد بن عبدالرحمٰن بن بكر الطبري قال: سمعت معلى بن منصور يقول: لقيني أبو يوسف بهيئة القضاء ...**'' (ص ۵۳)

یہ روایت دو وجہ سے مردود ہے:

ا: اس کا راوی محمد بن عبدالرحمٰن بن بکر الطبری نامعلوم اور غیر موثق ہے۔

۲: ابن ابی العوام بھی غیر موثق (یعنی مجہول الحال) ہے۔

دیکھئے طلیعۃ التنکیل للشیخ المعلمی الیمانی رحمہ اللہ (ص ۲۷، التنکیل ج ا ص ۲۷)

فائدہ: اس ضعیف و مردود روایت کے مقابلے میں یہ ثابت ہے کہ قاضی ابو یوسف نے ابن فرقد کو کذاب کہا۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۸۰)

تاریخ بغداد والی روایت میں خطیب بغدادی رحمہ اللہ کے استاذ الحسن بن ابی بکر سے مراد ابو علی الحسن بن ابی بکر احمد بن ابراہیم بن شاذان البزار ہیں۔

دیکھئے خطیب بغدادی کی کتاب: الفصل للوصل المدرج فی النقل (۲۵/۱)

اور ابن شاذان رحمہ اللہ ثقہ تھے۔

۲) بعض الناس نے امام شافعی رحمہ اللہ سے نقل کیا:

''میں نے محمد بن حسن سے کتاب اللہ کا زیادہ عالم نہیں دیکھا گویا کہ قرآن اس پر نازل ہوا... میں نے ان سے ایک بختی اونٹ کے بوجھ کے برابر لکھا۔''

جواب: یہ کلام اگرچہ توثیق نہیں لیکن کوئی اسے توثیق باور کرانے پر مصر ہے تو عرض ہے کہ یہ منسوخ ہے، امام شافعی نے ابن فرقد کی کتاب الرد علیٰ اہل المدینہ کے بارے میں فرمایا:

''**فنظرت في أوله ثم و ضعته أو رميت به .** ''میں نے اس کے شروع میں دیکھا پھر اُسے رکھ دیا یا پھینک دیا۔ (مناقب الشافعی للبیہقی ۱۲۱/۱، وسندہ صحیح)

امام شافعی رحمہ اللہ نے ابن فرقد سے کہا:

''**قد نظرت في كتابک هذا فإذا بعد بسم الله الرحمٰن الرحيم خطأ كله .** ''

میں نے تمھاری اس کتاب کو دیکھا ہے، اس میں تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے بعد سب غلط ہے۔ (مناقب الشافعی ۱۲۲/۱، وسندہ حسن)

نسخ کے دیگر دلائل بھی ہیں مثلاً ابن فرقد کے استاد پر امام شافعی رحمہ اللہ کی جرح وغیرہ۔

۳) بعض الناس نے ابو حفص الکبیر البخاری (متوفی ۲۱۷ھ) سے بحوالہ السمعانی فی الانساب اور مناقبِ ابی حنیفہ للکردری (۵۲/۲) نقل کیا:

''جس شخص نے محمد (بن الحسن الشیبانی) کو دیکھا تو اس نے پہچان لیا کہ وہ علم کیلئے ہی پیدا کئے گئے اور اس کے ساتھ بہت نیکی و زبان کی حفاظت اور اچھا اخلاق و محبت اور عمدہ اور پاکیزہ نفس اور کامل العقل پیدا کئے گئے ہیں۔'' (ملخصاً)

جواب: یہ روایت کئی وجہ سے مردود ہے:

۱: کردری بزازی (متوفی ۸۲۷ھ) سے سمعانی تک سند نامعلوم ہے۔

۲: سمعانی کا تعین نامعلوم ہے۔

۳: اگر سمعانی سے مراد صاحب الانساب ابو سعد عبدالکریم بن محمد بن منصور السمعانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۲ھ) ہیں تو یہ روایت نہ اُن کی کسی کتاب میں ثابت ہے اور نہ اُن تک کسی صحیح سند سے ثابت ہے۔

۴: ابو سعد السمعانی رحمہ اللہ سے ابو حفص الکبیر تک سند نامعلوم ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ بے سند و بے سروپا روایت مردود ہے۔

۴) ابو محمد عیسیٰ بن ابان بن صدقہ القاضی نامی ایک شخص تھا جو قرآن مجید کو مخلوق کہتا اور اس کی طرف دعوت دیتا تھا۔ (دیکھئے لسان المیزان ۳۹۱/۴ ز، دوسرا نسخہ ۳۶۰/۵)

بعض الناس نے بحوالہ کردری از سہل بن سہل الاسفرائنی عن سعد بن معاذ ابی عصمہ نقل کیا کہ عیسی بن ابان سے پوچھا گیا: ابو یوسف زیادہ فقیہ ہیں یا محمد بن حسن زیادہ فقیہ ہیں؟ تو اس نے کہا: دونوں کی کتابوں کو دیکھا جائے گا یعنی محمد بن حسن زیادہ فقیہ ہیں۔

(مناقب کردری ۱۵۹/۲، النافع الکبیر ص ۳۷ ملخصاً)

جواب: یہ روایت کئی وجہ سے مردود اور باطل ہے:

۱: کردری (متوفی ۸۲۷ھ) سے سہل بن سہل الاسفرائنی تک سند نامعلوم ہے۔

۲: اسفرائینی بذاتِ خود نامعلوم ہے۔

۳: اسفرائنی سے سعد بن معاذ تک سند نامعلوم ہے۔

۴: ابو عصمہ سعد بن معاذ المروزی کے بارے میں حافظ ذہبی نے فرمایا:

''مجهول و حديثه باطل'' وہ مجہول ہے اور اس کی (بیان کردہ) حدیث باطل ہے۔

(میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۲۵، دوسرا نسخہ ج ۳ ص ۱۸۵)

۵) یحییٰ بن صالح الوحاظی نام کا ایک صدوق حسن الحدیث وثقہ الجمہور راوی تھا لیکن ثقہ ثبت امام اسحاق بن منصور بن بہرام الکوسج رحمہ اللہ نے فرمایا: " **حدثنا یحیی بن صالح و کان مرجئًا خبیثًا داعیًا ، دعوہ لیس بأھل لیروی عنه .** "

ہمیں یحییٰ بن صالح نے حدیث سنائی اور وہ مُرجی خبیث (ارجاء کی طرف) دعوت دینے والا تھا، اسے چھوڑ دو، وہ اس کا مستحق نہیں ہے کہ اُس سے روایت بیان کی جائے۔

(کتاب الضعفاء للعقیلی ۴/۴۰۹ وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ج ۴ ص ۱۵۱۹)

ایسے مُرجی بدعقیدہ راوی کی روایت تو مقبول ہوسکتی ہے بشرطیکہ اس کی توثیق جمہور محدثین سے ثابت ہو لیکن اس کی رائے مردود ہوتی ہے۔

فائدہ: جمہور کی جرح کے بعد کسی راوی کو فقیہ یا زیادہ فقیہ قرار دینا توثیق نہیں ہوتی بلکہ اس کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا مثلاً احمد بن محمد بن عمرو بن مصعب بن بشر بن فضالۃ ابو بشر المروزی فقیہ تھا اور ساتھ ہی کذاب وضاع بھی تھا۔ دیکھئے میزان الاعتدال (۱/۱۴۹) اور لسان المیزان (۱/۲۹۰۔۲۹۱، دوسرا نسخہ ۱/۴۳۵۔۴۳۷)

۶) بعض الناس نے بحوالہ فضائل ابی حنیفہ واخبارہ لابن ابی العوام نقل کیا کہ " امام مالکؒ نے فرمایا اور ان کے پاس اصحاب الحدیث بیٹھے تھے کہ کوئی بھی مشرق کی طرف سے ہمارے پاس فہم معنی جاننے والا نہیں آیا۔ اور اس جماعت میں محمد بن الحسن بھی تھے، امام مالک کی آنکھ ان پر جا ٹکی اور ان کے متعلق فرمایا: مگر یہ نوجوان۔" (ص ۱۲۵، بتصرف یسیر)

جواب: یہ روایت دو وجہ سے مردود ہے:

۱: ابن ابی العوام مجہول اور غیر موثق ہے۔ دیکھئے یہی مضمون فقرہ: ا جواب کا فقرہ نمبر ۲

۲: ابن ابی العوام سے امام مالک رحمہ اللہ تک سند نا معلوم ہے۔

۷) بعض الناس نے ثقہ وصدوق حسن بن ابی مالک سے نقل کیا کہ انھوں نے فرمایا:

محمد بن الحسن جس گہرائی کو پہنچا ہے وہاں ابو یوسف نہیں پہنچے۔

(فضائل ابی حنیفہ واخبارہ لابن ابی العوام ص ۲۲)

جواب: یہ روایت کئی وجہ سے مردود ہے۔ مثلاً:

ا: ابن ابی العوام مجہول ہے۔ دیکھئے فقرہ:۱

۲: ابن ابی العوام سے حسن بن ابی مالک تک سند نا معلوم ہے۔

۸) بعض الناس نے ابو مقاتل السمر قندی حفص بن سلم سے نقل کیا کہ "میں نے ان (محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی) سے زیادہ فقیہ نہیں دیکھا۔" (السمعانی بحوالہ مناقب کردری ۲/۱۵۵)

جواب: یہ روایت کئی وجہ سے مردود ہے۔ مثلاً:

ا: کردری سے سمعانی تک سند نا معلوم ہے۔

۲: سمعانی سے مراد اگر صاحب الانساب ہوں تو پھر یہ روایت اُن سے ثابت ہی نہیں ہے۔

۳: سمعانی سے ابو مقاتل تک سند نا معلوم ہے۔

۴: ابو مقاتل السمر قندی بذاتِ خود سخت ضعیف اور مجروح تھا۔

دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو:۱۷ ص ۴۴۔۴۷

۹) بعض الناس نے امام ابو عبید القاسم بن سلام رحمہ اللہ (متوفی ۲۲۴ھ) سے نقل کیا کہ "میں نے محمد بن الحسن سے کتاب اللہ کا بڑا عالم نہیں دیکھا" الخ

(اخبار ابی حنیفہ للصیمری ص ۱۲۴، مناقب کردری ۲/۱۵۳، ۱۵۶)

جواب: مناقب کردری (۲/۱۵۶) میں یہ روایت بغیر سند کے کسی الحلبی (؟) سے مذکور ہے اور بے سند روایات مردود ہوتی ہیں۔

حلبی (؟) سے ابو عبید تک سند بھی نا معلوم ہے۔

کردری نے دوسرے الفاظ کے ساتھ سے اسے بغیر سند کے کسی سمعانی اور اسفرائنی سے نقل کیا ہے۔ سمعانی اور اسفرائنی سے ابو عبید تک سند نا معلوم یعنی **ظلمات بعضها فوق بعض** ہے۔ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ للصیمری چونکہ باسند کتاب ہے لہٰذا وہاں اس روایت کی سند موجود ہے، جس پر تبصرہ درج ذیل ہے:

اس کا راوی ابن مغلس (احمد بن محمد بن الصلت بن المغلس عرف ابن عطیہ الحمانی) سخت کذاب تھا، اس کے بارے میں معتدل امام ابن عدی رحمہ اللہ نے فرمایا:

میں نے جھوٹے لوگوں میں اس سے زیادہ بے حیا دوسرا کوئی نہیں دیکھا۔

(الکامل لابن عدی ۲۰۲/۱، الحدیث حضرو: ۲۷ ص ۱۲)

امام ابن ابی الفوارس نے فرمایا: وہ (حدیثیں) گھڑتا تھا۔ (تاریخ بغداد ۲۹/۴ ت ۱۸۹۶، وسندہ صحیح)

حافظ ذہبی نے فرمایا: ''**كان يضع الحديث**'' وہ حدیث گھڑتا تھا۔

(المغنی فی الضعفاء ۸۹/۱ ت ۴۲۶)

اور فرمایا: ''**كذاب وضاع**'' (میزان الاعتدال ۱۴۰/۱)

صیمری کا استاذ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد الحلوانی البزاز بھی کذاب تھا۔

دیکھئے تاریخ بغداد (۱۰/ ۱۳۷ ت ۵۲۷۷) اور ماہنامہ الحدیث: ۲۷ ص ۱۶

یعنی یہ سند موضوع ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ بے سند روایات میں اکثر موضوع اور مردود ہوتی ہیں۔

۱۰) امام ابن سعد (کاتب الواقدی) نے ابن فرقد کو الطبقات الکبریٰ میں ذکر کیا اور بتایا کہ اس نے کوفہ میں پرورش پائی، طلبِ حدیث کی اور مسعر، مالک بن مغول، عمر بن ذر، سفیان ثوری... وغیرہم سے حدیث کا بہت زیادہ سماع کیا، ابوحنیفہ کی مجالست اختیار کی اور اس سے سماع کیا، اس نے رائے میں دیکھا تو وہ اس پر غالب ہو گئی اور وہ اس (رائے) کے ساتھ مشہور ہو گیا اور اس میں ماہر ہو گیا۔ الخ (طبقات ابن سعد ۳۳۶/۷)

جواب: اس عبارت میں کسی قسم کی توثیق نہیں اور نہ مدح وثنا ہے بلکہ رائے میں غالبیت کے الفاظ میں جرح کی طرف اشارہ ہے۔ ابن سعد نے ابن فرقد کے مشہور استاد کے بارے میں فرمایا: ''**وهو صاحب الرأي .. و كان ضعيفًا في الحديث**'' اور وہ صاحب الرائے تھے... اور وہ حدیث میں ضعیف تھے۔ (طبقات ابن سعد ۳۶۸/۶۔۳۶۹)

تنبیہ: ایک کذاب نے ایک قول ''اس (امام) کے راوی سے (مجرد) روایت کرنے کے ساتھ (بھی) تعدیل ثابت ہو جاتی ہے۔'' کو ماہنامہ الحدیث: ۵۵ ص ۳۷ سے منسوب کیا ہے، حالانکہ ماہنامہ الحدیث حضرو کے اسی صفحے پر اس قول کے بارے میں لکھا ہوا ہے:

''یہ آخری قول صحیح نہیں ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ان شاء اللہ'' (ص ۳۷ حاشیہ)

۱۱) بعض الناس نے اسد بن الفرات (متوفی ۲۱۳ھ) سے بذریعہ شذرات الذہب (۱۷/۲)

وغیرہ نقل کیا کہ ''محمد بن حسن (بن فرقد) الشیبانی امام ربانی ہیں...'' الخ

(دیکھئے شذرات الذہب ج ۱ ص ۳۲۲ وفیات ۱۸۹ھ)

جواب: شذرات الذہب کا مصنف عبدالحئ بن العماد الحنبلی سنہ ۱۰۳۲ھ میں پیدا اور ۱۰۸۹ھ میں فوت ہوا تھا۔ اُس سے لے کر ابن الفرات تک سند نامعلوم ہے لہٰذا یہ روایت مردود اور باطل ہے۔

بے سند اور بے سروپا روایتیں پیش کر کے اپنے آپ کو ذلت اور رسوائی کی کھائیوں میں گرانے والوں کے پاس صحیح روایتیں ہیں ہی نہیں لہٰذا وہ بے چارے کیا کریں؟!

آخر انھیں اپنے مریدین کو بھی مطمئن کرنے کا بے فائدہ خیال مگر حقیقت میں محال ہے۔!

۱۲) بعض الناس نے محمد بن سماعہ الکوفی (متوفی ۲۱۳ھ) نے نقل کیا کہ ''محمد بن الحسن الشیبانی اور حسن بن زیاد دونوں پوری دنیا کے فقیہ ہیں'' (فضائل ابی حنیفہ ص ۱۲۱، اخبار ابی حنیفہ واصحابہ ص ۱۲۶)

جواب: فضائل ابی حنیفہ کا مصنف ابن ابی العوام مجہول ہے (دیکھئے فقرہ: ۱) جس کی کوئی توثیق بذریعہ محدثین ثابت نہیں اور ابن ابی العوام کی سند بھی نامعلوم ہے۔

اخبار ابی حنیفہ والی روایت دو وجہ سے مردود ہے:

۱: احمد بن عبید اللہ الثقفی سے مراد اگر حمار العزیز ہے تو وہ شیعہ قدری (گمراہ) تھا۔

دیکھئے لسان المیزان (۱/۲۱۹، دوسرا نسخہ ۱/۳۲۸۔۳۲۹)

اور اگر یہ کوئی دوسرا ہے تو اس کی توثیق وتعین نامعلوم ہے۔

۲: بکر بن خلف العمی یا بکر بن محمد العمی کی توثیق نامعلوم ہے۔

۱۳) بعض الناس نے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ میں نے محمد بن الحسن سے الجامع الصغیر کو لکھا ہے۔ (تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۷۵۔۱۷۶، اخبار ابی حنیفہ للصیمری ص ۱۲۵، وغیرہما)

جواب: یہ کوئی توثیق نہیں اور اس کے برعکس امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے ابن فرقد کے بارے میں فرمایا: جہمی کذاب ہے۔ (الضعفاء للعقیلی ۴/۵۲ وسندہ صحیح)

امام ابن معین کی اس جرح کو امام دارقطنی نے بھی نقل کیا ہے۔ دیکھئے تاریخ بغداد (۲/۱۸۱، وسندہ صحیح إلی الدارقطنی ثم قال: و عندي لا یستحق الترک.!)

امام ابن معین نے مزید فرمایا: ''لیس بشيءٍ فلا تکتب حدیثه'' وہ کچھ چیز نہیں لہٰذا تم اس کی

حدیث نہ لکھو۔ (تاریخ بغداد ۲/ ۱۸۱، واللفظ لہ وسندہ حسن، الکامل لابن عدی ۶/ ۲۱۸۳، باختلاف یسیر وسندہ صحیح، دوسرا نسخہ ۷/ ۵/ ۳۷، علمی مقالات ج ۲ ص ۳۴۴۔ ۳۴۶)

۱۴) بعض الناس نے تاریخ بغداد (۲/ ۱۱، ہمارا نسخہ ۲/ ۱۸۱) وغیرہ سے امام علی بن المدینی رحمہ اللہ کا قول نقل کیا کہ محمد بن الحسن (الشیبانی) صدوق (سچے آدمی) تھے۔

جواب: اس روایت کا بنیادی راوی عبداللہ بن علی بن المدینی غیر موثق ہونے کی وجہ سے مجہول ہے لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔

بطورِ الزامی دلیل عرض ہے کہ تاریخ بغداد کی اسی سند کے ساتھ علی بن المدینی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انھوں نے (امام) ابو حنیفہ کو بہت زیادہ ضعیف کہا اور فرمایا: اگر وہ میرے سامنے ہوتا تو میں کسی چیز کے بارے میں اُس سے کبھی نہ پوچھتا اور اس نے پچاس حدیثیں بیان کیں جن میں غلطیاں کیں۔ (تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۴۵۰)

اس روایت کے بارے میں کیا خیال ہے؟ نیز کوثری (جہمی) نے عبداللہ بن علی بن المدینی پر جو جرح نقل کر رکھی ہے اُسے بھی پڑھ لیں تا کہ کچھ تشفی ہو۔

۱۵) بعض الناس نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ ''میں نے یہ مشکل اور پیچیدہ مسائل امام محمد بن حسن الشیبانیؒ سے حاصل کیے ہیں۔''

(اخبار ابی حنیفہ ص ۱۲۵، تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۸، اسماء الرجال ج ۲ ص ۳۶۰، مناقب کردری ج ۲ ص ۱۶۰، تبییض الصحیفہ ص ۸۲، الجواہر المضیہ ص ۳۲۳، النجوم الزاھرۃ ج ۲ ص ۱۶۴)

جواب: اس کا راوی ابو بکر محمد بن بشر بن موسیٰ بن مروان القراطیسی مجہول الحال ہے لہٰذا یہ روایت مردود ہے۔ (نیز دیکھئے علمی مقالات ج ۲ ص ۳۴۸)

اور بے سند کتابوں کے جتنے بھی حوالے ہوں، تحقیقی میدان میں مردود ہوتے ہیں۔

اس ضعیف و مردود روایت کے مقابلے میں وہ صحیح روایت ہے کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ابن فرقد کے بارے میں فرمایا: وہ کچھ چیز نہیں ہے اور اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔ (الکامل لابن عدی ۶/ ۲۱۸۳ وسندہ صحیح)

تنبیہ: بعض الناس نے مذکورہ بالا عبارت اور دیگر عبارات میں ''امام'' اور ''رح'' کے الفاظ کا اپنی

طرف سے اضافہ کیا ہے، جسے ہم نے بعض جگہ حذف کر دیا ہے۔

۱۶) بعض الناس نے ہشام بن عبیداللہ الرازی (ضعفہ الجمہور) سے نقل کیا کہ ''جب محمد بن الحسن کی وفات کا وقت آیا تو آپ اللہ کے دربار میں حاضری کے خوف سے رو رہے تھے۔'' (السمعانی بحوالہ مناقب کردری ج ۲ ص ۱۴۹)

جواب: یہ روایت کئی وجہ سے ضعیف و مردود ہے۔ مثلاً:

۱: کردری سے سمعانی تک سند نا معلوم ہے۔

۲: سمعانی سے ہشام بن عبیداللہ تک سند نا معلوم ہے۔

۱۷) بعض الناس نے محمد بن سلام البیکندی رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ ''**الرجل الصالح محمد بن الحسن**'' نیک مرد محمد بن الحسن. (سمعانی بحوالہ مناقب کردری ج ۲ ص ۱۵۳)

جواب: یہ روایت دو وجہ سے مردود ہے:

۱: کردری سے سمعانی تک سند نا معلوم ہے۔ ۲: سمعانی سے محمد بن سلام تک سند نا معلوم ہے۔

بے سند روایتیں پیش کرنے سے کچھ تو شرم وحیا کرنا چاہئے۔!

تنبیہ: راقم الحروف نے بعض الناس کی عبارات کو من وعن نقل نہیں کیا بلکہ کئی مقامات پر اس کے حوالوں کی غلطی کی اصلاح کر دی ہے۔ مثلاً:

۱: الرجل الصالح کے بدلے میں بعض الناس نے رجل الصالح لکھا ہے۔

۲: الرجل الصالح محمد بن الحسن کا ترجمہ ''محمد بن الحسن نیک صالح آدمی تھے۔'' نہیں بلکہ ''نیک آدمی (یا نیک مرد) محمد بن الحسن'' ہے۔ صفت موصوف کو مبتدا خبر بنا دینا محلِ نظر ہے۔

۱۸) بعض الناس نے محمد بن کامل المروزی رحمہ اللہ سے نقل کیا: ''میں نے ...محمد سے زیادہ خوبصورت ،ان کی مجلس سے زیادہ عالی شان مجلس اور ان سے زیادہ اچھی (حدیث وفقہ کی) املاء کے کرنے والا نہیں دیکھا اور وہ سب لوگوں سے زیادہ حجت و دلائل بیان کرنے والے اور سب سے زیادہ پرہیز گار تھے۔'' (ابو العلاء بحوالہ مناقب کردری ج ۲ ص ۱۶۲)

جواب: یہ روایت کئی وجہ سے مردود ہے۔ مثلاً: ۱: کردری سے ابو العلاء (الھمدانی) تک سند نا معلوم ہے۔ ۲: ابو العلاء سے محمد بن کامل تک سند نا معلوم ہے۔

۳: ابوالعلاء کی توثیق مطلوب ہے۔

۱۹) بعض الناس نے ابن فرقد کے بارے میں خلیفہ بن خیاط البصری رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ انھوں نے اُسے کتاب الطبقات (ص ۳۲۸) اور تاریخ خلیفہ بن خیاط (ص ۳۰۴، ہمارا نسخہ ص ۴۵۸) میں ذکر کیا ہے۔

جواب: ان کتابوں میں مجرد ذکر کیا جانا توثیق نہیں ہے۔ کتاب الطبقات کے اسی صفحے پر قاضی ابو البختری وھب بن وھب (کذاب) اور محمد بن عمر بن واقد الواقدی وغیرہما کا بھی ذکر ہے تو کیا یہ بھی خلیفہ بن خیاط کے نزدیک ثقہ وصدوق تھے؟!

عجیب جہال سے واسطہ پڑا ہے جو اسماء الرجال اور اصولِ حدیث کی الف باء سے بھی ناواقف ہیں۔ غالباً وہ اسے "تھوڑی سی گپ شپ" سمجھتے ہیں۔!!

۲۰) بعض الناس نے اہلِ حدیث امام قتیبہ بن سعید البغلانی رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ "میں نے محمد بن حسن کی شاگردی حاصل کی اور... ان کی کتب میں سے بہت سی کتابوں کو لکھا اور میں نے کثرت عبادت میں ان سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔" (سمعانی بحوالہ مناقب کردری ج ۲ ص ۱۵۳)

جواب: یہ روایت کئی وجہ سے مردود اور باطل ہے۔ مثلاً:

۱: کردری سے سمعانی تک سند نا معلوم نہیں ہے۔ ۲: سمعانی سے قتیبہ بن سعید تک سند نا معلوم ہے۔ ۳: سمعانی کے تعین میں بھی نظر ہے۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ بعض الناس نے ابن فرقد کی توثیق ثابت کرنے کے لئے بیس حوالے پیش کئے جن میں سے پندرہ حوالے ثابت نہیں اور باقی پانچ حوالے (۲، ۵، ۱۰، ۱۳، ۱۹) بغیر توثیق کے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ دس محدثین اور قاضی ابو یوسف کے ثابت شدہ حوالوں کے مقابلے میں ان بے چاروں کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے لیکن پھر بھی ضد، تعصب اور عناد کی وجہ سے توثیقِ ابن فرقد الشیبانی کا شور مچا رہے ہیں اور ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں۔

وما علینا إلا البلاغ

(۱۶/اپریل ۲۰۱۰ء)

نمازِ جنازہ میں امام کہاں کھڑا ہوگا؟



حافظ ابو یحییٰ نورپوری
نائب مدیر ماہنامہ السنہ، جہلم

میت اگر مرد ہو تو امام نمازِ جنازہ کے لیے اس کے سر کے برابر کھڑا ہوگا اور اگر میت عورت ہو تو امام اس کے درمیان میں کھڑا ہوگا۔ اس کے دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل نمبر ①: عن أبی غالب، قال: صلّیت مع أنس بن مالک علی جنازة رجل، فقام حیال رأسه، ثمّ جاء وا بجنازة امرأة من قریش، فقالوا: یا أبا حمزة! صلّ علیها، فقام حیال وسط السّریر، فقال له العلاء بن زیاد: ھکذا رأیتَ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم قام علی الجنازة مقامک منها ومن الرّجل مقامک منه؟ قال: نعم، فلمّا فرغ، قال: احفظوا.

"ابو غالب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں ایک مرد کی نماز جنازہ ادا کی تو آپ رضی اللہ عنہ میت کے سر کے برابر کھڑے ہوئے، پھر لوگ ایک قریشی عورت کی میت لائے اور عرض کیا، اے ابوحمزہ! اس کی جنازہ بھی پڑھا دیں، آپ رضی اللہ عنہ چارپائی کے وسط میں کھڑے ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ سے علاء بن زیاد رحمہ اللہ نے پوچھا، کیا آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جنازہ پر اسی طرح کھڑے ہوتے دیکھا ہے، جس طرح آپ عورت کے جنازے پر (درمیان میں) کھڑے ہوئے اور مرد کے جنازے پر (سر کے برابر) کھڑے ہوئے ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہاں! جب آپ رضی اللہ عنہ جنازہ سے فارغ ہوئے تو علاء بن زیاد رحمہ اللہ نے (لوگوں سے) کہا، (یہ طریقہ) یاد کرلو!

(سنن ابی داوٗد: ۳۱۹۴، سنن الترمذی: ۱۰۳۴، سنن ابن ماجہ: ۱۴۹۴، وسندہٗ حسنٌ)

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو "حسن" اور حافظ ابن الملقن رحمہ اللہ (البدر المنیر: ۲۵۷/۵) نے "صحیح" کہا ہے۔

دلیل نمبر ② : عن سمرة بن جندب ، قال : صلّیت وراء النبیّ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم علی امرأ ة ماتت فی نفاسها ، فقام علیها وسطها .

''سیدنا سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں ایک عورت کی نماز جنازہ ادا کی جو کہ نفاس کی حالت میں فوت ہوئی تھی ، آپ اس کے درمیان میں کھڑے ہوئے۔''

(صحیح البخاری : ۱۳۳۲، صحیح مسلم : ۹٦٤)

آیئے اب ان دونوں حدیثوں پر ائمہ دین وعلمائے کرام کی تبویبیں اور ان کے ان دونوں حدیثوں کے مطابق فتاوی جات ملاحظہ فرمائیں۔

① امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ (م ۲۴۱ھ) کا یہی موقف ہے۔

(جامع ترمذی ، تحت حدیث : ۱۰۳٤)

② امام اسحاق بن راہویہ رحمہ اللہ (م ۲۳۸ھ) بھی یہی فتوی دیتے تھے۔(حوالہ سابقہ)

③ امام ترمذی رحمہ اللہ نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث پر یوں باب باندھا ہے:

باب ما جاء أین یقوم الإمام من الرّجل والمرأة .

''ان روایات کا بیان ، جن میں یہ وارد ہوا ہے کہ امام (نمازِ جنازہ میں) مرد اور عورت پر کہاں کھڑا ہوگا؟'' (جامع ترمذی ، تحت حدیث : ۱۰۳٤)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ امام ترمذی رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

④ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کی تبویب سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

⑤ امام ابوداود رحمہ اللہ کی ان دونوں حدیثوں پر تبویب بھی ملاحظہ فرمائیں:

باب : أین یقوم الإمام من المیّت إذا صلّی علیه.

''جب امام جنازہ پڑھائے تو جنازہ پر کس جگہ کھڑا ہو؟''

⑥ امام ابن المنذر رحمہ اللہ (م ۳۱۸ھ) لکھتے ہیں:

یقوم من المرأ ة وسطها ، وعند رأس الرّجل .

’’(امام جنازے میں) عورت کے درمیان اور مرد کے سر کے پاس کھڑا ہوگا۔‘‘

(الاوسط لابن المنذر: ٥/٤١٩)

⑦ امام بیہقی رحمہ اللہ (م۴۵۸ھ) رقمطراز ہیں:

باب الإمام يقف على الرّجل عند رأسه، وعلى المرأة عند عجيزتها .

’’اس بات کا بیان کہ امام مرد (کے جنازے) پر اس کے سر کے پاس اور عورت (کے جنازے) پر اس کے درمیان کھڑا ہوگا۔‘‘ (السنن الکبرٰی للبیهقی: ٤/٣٣)

⑧ حافظ ابن حزم رحمہ اللہ (م۴۵۶ھ) فرماتے ہیں:

ويقف من الرّجل عند رأسه، ومن المرأة عند وسطها .

’’امام (جنازے میں) مرد کے سر کے پاس اور عورت کے درمیان کھڑا ہوگا۔‘‘

(المحلی لابن حزم: ٥/١٣٥)

نیز لکھتے ہیں: **وفي آخره أنّ العلاء بن زياد أقبل على النّاس بوجهه فقال: احفظوا، فدلّ هذا على موافقة كلّ من حضر له، وهم تابعون كلّهم ...**

’’اس حدیث کے آخر میں علاء بن زیاد لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا، اس طریقہ کو یاد کر لو، اس سے معلوم ہوا کہ وہاں حاضر سب لوگوں نے اس پر موافقت کی تھی اور وہ سارے کے سارے تابعین کرام تھے۔‘‘ (المحلی لابن حزم: ٥/١٢٤)

مزید لکھتے ہیں: **وبهذا يأخذ الشّافعيّ، وأحمد، وداوٗد، وأصحابهم، وأصحاب الحديث .** ’’امام شافعی، امام احمد، امام داوٗد (ظاہری)، ان کے اصحاب اور اصحاب الحدیث (محدثین کرام) رحمہم اللہ اسی پر عمل کرتے ہیں۔‘‘ (المحلی لابن حزم: ٥/١٢٤)

⑨ امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ مذکورہ بالا احادیث اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ذکر کرنے کے بعد اعترافِ حقیقت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: **والقول الأوّل أحبّ إلينا لما قد شدّه من الآثار الّتي رويناها عن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم .**

’’پہلا (جنازے میں مرد کے سر اور عورت کے درمیان کھڑا ہونے والا) مذہب ہمیں زیادہ پسند ہے، کیونکہ ہماری بیان کردہ احادیث رسول اسکو تقویت دیتی ہیں۔‘‘ (شرح معانی الآثار: ۳۱۶/۱)

⑩ حافظ نووی رحمہ اللہ (م ۶۷۶ھ) ان احادیث پر یوں تبویب فرماتے ہیں:

باب استحباب وقوف الإمام فی الصّلاة عند رأس الرّجل وعجیزة المرأة .

’’اس بات کا بیان کہ امام کا نماز جنازہ میں مرد کے سر کے پاس اور عورت کے درمیان کھڑا ہونا مستحب ہے۔‘‘ (خلاصة الاحکام للنووی: ۹۶۷/۲)

مزے کی بات یہ ہے کہ صاحبِ ہدایہ نے امام ابوحنیفہ کا مذہب بھی یہی نقل کیا ہے کہ نمازِ جنازہ میں مرد کے سر کے برابر اور عورت کے درمیان میں کھڑا ہوگا، لیکن افسوس کہ تقلیدِ شخصی کو واجب کہنے والوں نے یہاں پر اپنے اکلوتے امام سے بھی دغا کیا ہے۔

مقلدین کا مذہب

ان صحیح احادیث، ائمہ دین کی تصریحات اور امام طحاوی حنفی کے نعرۂ حق کے برعکس اندھے اور جامد مقلدین کا فتوی ملاحظہ فرمائیں:

ویقوم الّذی یصلّی علی الرّجل والمرأة بحذاء الصّدر ، لأنّه موضع القلب ، وفیه نور الإیمان ، فیکون القیام عنده إشارة إلی الشّفاعة لإیمانه .

’’مرد اور عورت کا جنازہ پڑھانے والا سینے کے برابر کھڑا ہوگا، کیونکہ یہ دل کی جگہ ہے، اس میں نور ایمان ہوتا ہے، لہٰذا اس کے پاس کھڑا ہونا، اس کے ایمان کی سفارش کی طرف اشارہ ہے۔‘‘

(الهداية : ۱۹۳/۱)

قارئین کرام! دیکھا آپ نے کہ ’’ضعیف‘‘ حدیث ملنے پر بھی قیاس کو چھوڑنے کے دعویدار، صحیح احادیث کے ہوتے ہوئے بھی حدیث کی صریح مخالفت اور قیاسِ فاسد کا دامن چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہیں۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان صحیح احادیث کا انکار کرنے کے لیے ہر دور میں مقلدین نے مختلف قیاسات پیش کیے ہیں۔ صاحبِ ہدایہ کا قیاس تو آپ پڑھ چکے ہیں، اس سلسلہ میں

ان کا ایک اور قیاس ملاحظہ فرمائیں، حافظ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ولا نعلم لمن قال : يقف في كليهما عند الوسط ، حجّة إلّا أنّهم قالوا : قسنا ذلك على وقوف الإمام مقابل وسط الصّف خلفه ، وهذا أسخف قياس في العالم ، لأنّ الميّت ليس مأموما للإمام ، فيقف وسطه .

''ہم نہیں جانتے کہ (نمازِ جنازہ میں امام کے مرد وعورت) دونوں کے وسط میں کھڑا ہونے کے قائلین کے پاس کوئی دلیل ہو، ہاں! وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اسے امام کے صف کے درمیان میں کھڑا ہونے پر قیاس کرلیا ہے، یہ دنیا کا نامعقول ترین قیاس ہے، کیونکہ میت امام کی مقتدی نہیں کہ وہ اس کے درمیان میں کھڑا ہو۔'' (المحلى لابن حزم: ١/١٥٦)

اہل انصاف غور فرمائیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو عورت کے جنازے پر درمیان میں کھڑے ہوں اور صحابی رسول مرد کے سر کے پاس کھڑے ہونے کو سنتِ نبوی بتائیں، لیکن یہ نام نہاد فقیہ فقہ کے نام پر دونوں احادیث کی مخالفت کر کے مرد وعورت کے لیے ایک تیسری جگہ (سینے کے برابر) منتخب کریں اور دعوی پھر بھی اہل سنت ہونے کا۔ اگر یہی اتباعِ سنت ہے تو مخالفت کسے کہتے ہیں؟

فائدہ : حافظ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فإنّهم بنوا على الحجّة ، ونهوا عن التّقليد ، وأوصوهم : إذا ظهر الدّليل أن يتركوا أقوالهم ويتّبعوه ، فخالفوهم في ذالك كلّه ، وقالوا : نحن من أتباعهم ، تلك أمانيهم ، وما أتباعهم إلّا من سلك سبيلهم ، واقتفى آثارهم في أصولهم وفروعهم ...

''ائمہ کرام نے تو دلائل کو بنیاد بنایا، تقلید سے منع فرمایا اور لوگوں کو وصیت کی کہ جب دلیل ظاہر ہو جائے تو وہ ان کے اقوال کو چھوڑ کر دلیل کی پیروی کریں، لیکن ان مقلدین نے ان تمام باتوں میں ان کی مخالفت کی ہے، پھر بھی کہتے ہیں کہ وہ ائمہ کرام کے پیروکار ہیں۔ یہ محض انکا خیال ہے، ورنہ ائمہ کرام کے پیروکار تو وہی ہو سکتے ہیں جو ان کے راستے کو اختیار کریں اور اصول وفروع سب میں ان

کے نقش قدم پر چلیں۔'' (اعلام الموقعین:۲/۱۸۸)

جیسا کہ امام طحاوی حنفی رحمہ اللہ نے دلائل دیکھ کر اس مسئلہ میں فقہ حنفی کو چھوڑ دیا ہے۔ کیا ہے کوئی مقلد جو آج بھی امام طحاوی رحمہ اللہ کی موافقت اور امام ابوحنیفہ کے فرمان کی پیروی میں حدیث کو مقدم سمجھتے ہوئے فقہ حنفی کو خیر باد کہہ دے؟

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: **هذا مكان خالف فيه الحنيفيّون والمالكيّون أصولهم ، لأنّهم يشنّعون بخلاف الصّاحب الّذى لا يعرف له مخالف ، وهذا صاحب لا يعرف له من الصّحابة مخالف ، وقد خالفوه .**

''یہاں حنفیوں اور مالکیوں نے اپنے اصول کی مخالفت کردی ہے، کیونکہ جس صحابی کا کوئی (دوسرا صحابی) مخالف نہ ہو، اسکی مخالفت کرنے پر وہ دوسروں کو طعن کرتے ہیں، اب یہ (انس رضی اللہ عنہ) صحابی ہیں اور (اس مسئلہ میں) انکی کسی صحابی نے مخالفت نہیں کی، لیکن خود حنفیوں اور مالکیوں نے ان کی مخالفت کر دی ہے۔'' (المحلی لابن حزم:۱/۱۵۶)

باطل شبہات اور ان کا جائزہ

صحیح احادیث کی مخالفت کے ساتھ ساتھ ان احادیث میں مقلدین کی طرف سے کی گئی باطل تاویلات اور الٹے اعتراضات بھی ملاحظہ فرمائیں:

شبہ نمبر ①: جناب ظفر احمد تھانوی دیوبندی صاحب اپنی الٹی فقہ کو حدیث کے مطابق بنانے کیلئے عمدۃ القاری کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں:

فى المبسوط : الصّدر هو الوسط فإنّ فوقه يديه ورأسه ، وتحته بطنه ورجليه .

''المبسوط میں ہے کہ وسط سے مراد سینہ ہے، کیونکہ سر اور دونوں ہاتھ اس سے اوپر ہیں اور پیٹ اور دونوں ٹانگیں اس سے نیچے ہیں۔'' (اعلاء السنن:۶/۲۵۸۲۔۲۵۸۳)

تبصرہ: ① صاحبِ ہدایہ کی مراد یہ ہے کہ ہمارا یہ فتویٰ کہ عورت کے سینے کے

برابر کھڑا ہونا چاہیے، یہ حدیثِ نبوی کے خلاف نہیں، کیونکہ وسط سے مراد سینہ ہی ہے، لیکن یہ نہایت ہی باطل تاویل ہے اور حدیث سے ناواقفی کا منہ بولتا ثبوت ہے، کیونکہ سنن ابی داود میں **وسطها** کے لفظ کی تشریح وتوضیح **عند عجيزتها** (عورت کی کمر کے پاس) کے الفاظ سے خود سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی اسی حدیث میں موجود ہے، لہٰذا اس حدیث میں وسط سے "صدر" (سینہ) مراد لینا صریح جہالت ہے۔

② سنن ترمذی میں **وسط السّرير** (چارپائی کے درمیان) کے الفاظ موجود ہیں، ان سے تو مقلدین کی وسط سے سینہ مراد لینے والی تاویل کا بطلان روزِ روشن کی طرح عیاں ہو گیا ہے۔

علامہ ابنِ حزم رحمہ اللہ اس تاویل باطل کا جواب دیتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

وقال بعضهم : كما يقوم الإمام مواز وسط الصّفّ خلفه ، كذلك يقوم مواز وسط الجنازة ، فيقال له : هذا باطل وقياس فاسد ، لأنّه إمام الصّفّ ، وليس إماما للجنازة ، ولا مأموما لها ، والّذى اقتدينا به فى وقوفه إزاء وسط الصّفّ هو الّذى اقتدينا به إزاء وسط المرأة وإزاء رأس الرّجل ، وهو النّبىّ صلّى اللّٰه عليه وسلّم ، الّذى لا يحلّ خلاف حكمه ...

"بعض مقلدین کا کہنا ہے کہ جس طرح امام (عام نمازوں میں) اپنے پیچھے والی صف کے درمیان میں کھڑا ہوتا ہے، اسی طرح نمازِ جنازہ میں بھی میت (مرد ہو یا عورت، امام اس) کے درمیان میں کھڑا ہوگا، انہیں کہا جائے گا کہ یہ بات باطل اور قیاسِ فاسد ہے، کیونکہ امام یہاں پچھلی صف کا امام ہے، وہ نہ میت کا امام ہے، نہ ہی اس کا مقتدی۔ ہم نے صف کے درمیان میں کھڑا ہونے کے لیے جس ذات کی پیروی کی ہے، نمازِ جنازہ میں عورت کے درمیان میں اور مرد کے سر کے برابر کھڑا ہونے میں بھی اسی کی پیروی کی ہے اور وہ ہیں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، جن کے فیصلے کی مخالفت جائز نہیں۔۔۔"

(المحلى لابن حزم : ١٢٤/٥)

③ عورت کے بارے میں تو مقلدین یہ تاویل کر لیں گے کہ اس کے وسط سے مراد سینہ ہے، لیکن حدیث میں مرد کے سر کے برابر کھڑا ہونا سنت بتایا گیا ہے، حالانکہ تقلید پرست مرد کے بھی

سینہ کے برابر کھڑے ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ کیا کوئی مقلد ہمیں بتائے گا کہ کیا مرد کے سر کو بھی وسط (درمیان) کہیں گے؟

شبہ نمبر ② : صاحب ہدایہ لکھتے ہیں:

تأويله أنّ جنازتها لم تكن منعوشة ، فحال بينها وبينهم .

''اس حدیث کی تاویل یہ ہے کہ اس عورت کی چارپائی ڈھانپی ہوئی نہیں تھی، لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ عورت اور لوگوں کے درمیان حائل ہو گئے تھے۔'' (الهدايه : ۱۹۳/۱)

تبصرہ : سنن ابوداود کی حدیث کے واضح الفاظ ہیں کہ **فقرّبوها ، وعليها نعش أخضر** یعنی لوگوں نے اس عورت کی میت کو قریب کیا، اس پر سبز رنگ کا تابوت تھا۔

معلوم ہوا کہ صاحبِ ہدایہ نے اندھی تقلید کا حق ادا کرتے ہوئے حدیث کا مطالعہ بھی اچھی طرح سے نہیں کیا تھا، ورنہ اتنے صریح الفاظ کے ہوتے ہوئے ایسی بوگس تاویل کرنا اہل علم کا شیوا نہیں۔

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وما نعلم لهم حجّة إلّا دعوى فاسدة ، وأنّ ذلك كان إذ لم تكن النّعوش ، وهذا كذب ممّن قاله ، لأنّ أنسا صلّى كذلك ، والمرأة في نعش أخضر ...

''ہم ان کے لیے کوئی دلیل نہیں جانتے سوائے اس فاسد دعویٰ کے کہ یہ اس وقت کی بات ہے، جب (عورتوں کے جنازے پر) تابوت نہیں ہوتے تھے، لیکن یہ بات جس نے کہی ہے، اس کا جھوٹ ہے، کیونکہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے یہ جنازہ اسی حالت میں پڑھا تھا کہ اس عورت پر سبز تابوت موجود تھا۔''

(المحلى لابن حزم : ۱۲٤/۵)

شبہ نمبر ③ :

جناب ظفر احمد تھانوی دیوبندی صاحب، ابنِ ہمام حنفی کا اعتراض نقل کرتے ہیں کہ:

قد يعارض هذا بما روى أحمد أنّ أبا غالب قال : صلّيت خلف أنس رضى

اللّٰہ عنه علی جنازة ، فقام حيال صدره .

''یہ (سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت) امام احمد رحمہ اللہ کی بیان کردہ روایت سے معارض ہے، وہ یہ ہے کہ ابو غالب رحمہ اللہ نے کہا، میں نے انس رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں نمازِ جنازہ ادا کی، آپ رضی اللہ عنہ میت کے سینے کے برابر کھڑے ہوئے۔'' (اعلاء السنن:٦/٢٥٨٤)

تبصرہ : ① مسند احمد میں ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت موجود نہیں ہے، نہ ہی ابنِ ہمام حنفی نے اسکی سند ذکر کی ہے، لہٰذا ایسا دعوی قطعاً قابل التفات نہیں۔

اس کے بارے میں حافظ ابن الملقن رحمہ اللہ لکھتے ہیں: **قال الرّافعیّ : ورأيت أبا علیّ الطّبریّ حکی عن أنس فی هذا الرّجل أنّه وقف عند صدره ، قلت : هذه الرّواية غريبة ، لا أعلم من خرّجها ، وقال النّووی فی شرح المهذّب : إنّ هذا غلط صريح ، قال : والصّواب الموجود فی کتب الحديث أنّه وقف عند رأسه .**

''رافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میں نے ابو علی طبری کو دیکھا ہے کہ انہوں نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اس مرد میت کے بارے میں نقل کیا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اس کے سینہ کے پاس کھڑے ہوئے، میں کہتا ہے کہ یہ روایت منکر ہے، میں نہیں جانتا کہ اسے کس نے بیان کیا ہے، حافظ نووی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب شرح المہذب میں لکھا ہے کہ یہ واضح غلطی ہے، درست بات وہ ہے جو کتبِ حدیث میں موجود ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ اس میت کے سر کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔'' (البدر المنير لابن الملقن : ٥/٢٥٨)

② رہا تھانوی صاحب کا یہ کہنا کہ شاید ابنِ ہمام کے نسخے میں یہ الفاظ ہوں تو یہ احتمال ہے، جس سے اصولی طور پر استدلال قطعاً درست نہیں ہوتا، کثیر کتبِ حدیث کے صحیح وصریح الفاظ کو چھوڑ کر کسی فرضی روایت کے غیر معلوم الفاظ سے استدلال کرنا انصاف کا خون کرنے کے مترادف ہے۔

③ تھانوی صاحب کہتے ہیں کہ مسند احمد کے الفاظ **حذاء السّرير** کے کوئی معنیٰ نہیں بنتے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل الفاظ **حذاء الصّدر** ہوں گے تو جواباً عرض ہے کہ آپ اس مشکل کو حل کرنے کے لیے الفاظ کو بدلنے کی تکلیف کیوں کرتے ہیں؟ آپ وہ طریقہ کیوں اختیار

نہیں کر لیتے جو کلام عرب میں شائع وعام ہے؟ وہ یہ کہ **حذاء** اور **السّریر** کے وسط میں ایک لفظ ''وسط'' محذوف مان لیں، چنانچہ اصل الفاظ یوں ہوں گے:

حذاء وسط السریر . چار پائی کے وسط کے برابر (کھڑے ہوئے)۔

اوراس طرح دوسری کتب کی روایات سے مطابقت بھی ہو جائے گی، جن میں **فقام وسطها** اور **عند عجیز تها** کے لفظ ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ جامع ترمذی(۱۰۳٤) کے الفاظ بالکل یہی ہیں کہ **حیال وسط السّریر** ، جو ہم نے بتائے ہیں، لہٰذا مسئلہ بالکل نکھر گیا۔
اب اگر نہ مانا جائے، تو اسے ڈھٹائی کا ہی نام دیا جاسکتا ہے۔

شبہ نمبر ④ : جناب ظفر احمد تھانوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

حدیث سمرة لیس فیه إلّا دونه قام وسطها ، وأمّا أنّ الوسط هو الصّدر أو العجیزة ، فمحلّ تأمّل ، وقد رجّح علماء نا الأوّل کما مرّ عن المبسوط ، فتذکّر ، ویؤیّدهم ما رواه سعید بإسناده عن الشّعبیّ ...

سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں صرف آپ کا فعل وسط میں کھڑا ہونا مذکور ہے، اب وسط کا لفظ کس معنی میں ہے، سینہ یا کمر؟ یہ قابل غور بات ہے، ہمارے علماء نے پہلے معنی، یعنی سینہ کو راجح قرار دیا ہے، جیسا کہ المبسوط کے حوالے سے گزر چکا ہے، اسے یاد رکھیں، ان کی تائید سنن سعید بن منصور کی اس روایت سے ہوتی ہے، جو انہوں نے اپنی سند سے شعبی سے بیان کی ہے۔ (اعلاء السنن : ۲۵۸/٦)

تبصرہ : تھانوی صاحب نے لفظ وسط کا معنیٰ متعین کرنے میں اپنے علماء کی ترجیح کو دلیل بنایا ہے، عرض ہے کہ اسی کا نام تو تقلید ہے کہ بلا دلیل اپنے علماء کی بات مان لی جائے، حالانکہ سنن ابی داؤد کے واضح الفاظ **عند عجیز تها** (عورت کی کمر کے پاس) اس کی صریح تردید کر رہے ہیں، جیسا کہ ہم تفصیل سے اس بارے میں بحث کر چکے ہیں۔
رہا تھانوی صاحب کا سنن سعید بن منصور کی روایت کو اپنی تائید میں پیش کرنا کہ ام کلثوم بنتِ علی

اور زید بن عمر دونوں کے جنازے کو برابر رکھا گیا، تو اولاً یہ بے سند ہونے کی وجہ سے نا قابل التفات ہے، اس کی صحت کا مدعی اس کی سند بیان کرے، ثانیاً اس کی سند کسی معتبر کتاب سے ملنا ضروری ہے، کیونکہ سنن سعید بن منصور تو ناپید ہو چکی ہے، اسی طرح تھانوی صاحب کی ذکر کردہ سنن سعید بن منصور کی دوسری اس روایت کا حال ہے، جس میں یہ مذکور ہے کہ اہل مکہ و مدینہ کا عمل مرد و عورت دونوں کے سینے کے برابر کھڑا ہونا تھا، اس کی سند بھی درکار ہے کسی معتبر کتاب سے۔

معلوم ہوا کہ تھانوی صاحب کی یہ تاویلی و تلبیسی کاوش بھی ثمر آور نہیں ہو سکی۔

شبہ نمبر ⑤ : **قال أبو غالب : فسألت عن صنيع أنس فی قيامه على المرأة عند عجيزتها ، فحدّثونی أنه إنّما كان لأنّه لم تكن النّعوش ، فكان الإمام يقوم حيال عجيزتها ، يسترها من القوم ...**

سنن ابی داؤد میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ ابو غالب نے کہا:

میں نے انس کے عورت کے عجیزہ کے برابر کھڑے ہونے کی حکمت پوچھی، تو انہوں نے بتایا کہ پہلے تابوت نہیں ہوتے تھے، لہذا امام عورتوں کو چھپانے کے لئے عورتوں کی عجیزہ کے برابر کھڑا ہوتا تھا۔ صاحب ہدایہ کا خیال ہے کہ انس بھی اسی حکمت کی وجہ سے عورت کے درمیان میں کھڑے ہوئے تھے، لہٰذا جب عورتوں کی میت کو ڈھانپا جانے لگا، تو یہ علت ختم ہوگئی اور عمل بھی ختم۔

لیکن تھانوی صاحب نے اس بات کو صاحب ہدایہ کا تسامح قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ اصل میں صاحب ہدایہ کو یہ کہنا چاہیے تھا کہ انس سے پہلے صحابہ کرام اس علت کی وجہ سے درمیان میں کھڑے ہوتے تھے، اگرچہ انس کے سامنے عورت کی میت ڈھانپی ہوئی تھی، لیکن آپ اپنے سے پہلوں کی اقتداء کرتے ہوئے ایسا کرتے تھے۔ (دیکھیں اعلاء السنن :٢٥٨/٦ ملخصا)

تبصرہ : جس بنیاد پر تھانوی صاحب نے اتنا بڑا دعوی کیا ہے، وہ بنیاد ہی کھوکھلی ہے، کیونکہ ابو غالب کو یہ حکمت بیان کرنے والے نامعلوم و مجہول ہیں، لہٰذا دعوی باطل ہو گیا۔

رہا تھانوی صاحب کا یہ کہنا کہ **جهالة المحدّثين فى القرون الثّلاثة لا تضرّنا** یعنی پہلی تین صدیوں میں روایات بیان کرنے والوں کی جہالت ہمارے نزدیک مضر نہیں۔ **تو اس کا** جواب یہ ہے کہ جب تمام محدثین کے ہاں یہ مضر ہے، تو آپ کے نزدیک غیر مضر ہونے سے یہ بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچ جائے گی۔

(۲) اگر یہ حکمت ثابت ہو بھی جائے تو سیدنا انس نے صراحت فرمائی ہے کہ رسول اکرم ﷺ بھی ایسا عمل ہی فرماتے تھے، اس کے بعد اس سے استدلال کی کوئی حیثیت نہیں رہتی، کیونکہ ایک مسلمان کے رسولِ اکرم ﷺ کا عمل ہی دلیل و حجت ہے۔

خود تھانوی صاحب نے عورت کی ترتیب کفن میں لکھا ہے:

وهـذه الحكمة تقتضى كونها فوق القميص ، فيستر القميص بدنها ، ثمّ تربط الـخرقة ، فيتقوّى أمر السّتر ، لكنّ النّصّ على آلاف آلاف حكمة ، لا سيّما إذا كان نفس الحكمة حاصلة فى المنصوص أيضا ، فالرّاجح اعتقادا هو المنصوص .

''یہ حکمت کہ عورت کے کفن میں لفافہ قمیص کے اوپر ہونے سے قمیص اپنی جگہ سے نہیں ہٹتی، اس بات کی مقتضی ہے کہ لفافہ قمیص کے اوپر ہو، یعنی پہلے قمیص سے بدن ڈھانپا جائے، پھر لفافہ اوپر باندھ دیا جائے، اس سے پردے کا معاملہ مضبوط ہو جاتا ہے، لیکن نص لاکھوں حکمتوں سے مقدم ہے، خصوصاً جب وہی حکمت نص والے مسئلے سے بھی حاصل ہو رہی ہو، لہٰذا اعتقادی طور پر وہی مسئلہ راجح ہو گا، جس کے بارے میں نص آ چکی ہے۔ (اعلاء السنن : ۲۵۵/۶)

اب کوئی تھانوی ہی بتائے کہ اس جگہ ایک خود ساختہ حکمت کی وجہ سے نص کو چھوڑنا کہاں کا انصاف ہے؟ ہے کوئی منصف تو انصاف کرے!

(۳) سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے خود پہلوں کے عمل کی اس حکمت کو جاننے کے باوجود وسط کو نہیں چھوڑا، حالانکہ اب وہ حکمت ختم ہو چکی تھی تو ہمیں بالاولیٰ نہیں چھوڑنا چاہیے۔

تھانوی صاحب نے مندرجہ بالا بات نقل کر کے اس کا جواب یوں دیا ہے:

وأمّا أنّ أنسا لم يعمل به ، ففيه أنّ الرّواية عن فعل أنس مضطربة ، كما قاله الشّيخ ابن الهمّام ، و يؤيّده رواية أحمد بلفظ وكيع الّذى ذكرناه .

رہی یہ بات کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل نہیں کیا، وہ حکمت ختم ہونے کے بعد بھی سینے کے برابر کھڑے نہیں ہوئے، بلکہ وسط میں کھڑے ہوئے تو اس کا جواب یہ ہے کہ انس رضی اللہ عنہ کے عمل میں روایت مضطرب ہے، جیسا کہ شیخ ابن ہمام حنفی نے کہا ہے، ان کی تائید ہماری ذکر کردہ مسند احمد کی روایت میں وکیع کے الفاظ سے ہوتی ہے۔ (اعلاء السنن : ٢٥٨٥/٦)

تبصرہ : ① مسند احمد کی روایت میں **حذاء السّرير** کے الفاظ پر بحث پیچھے تفصیل سے گزر چکی ہے، لہٰذا اس بے بنیاد وجہ سے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت کو "مضطرب" قرار دے دینا مقلدین ہی کا حصہ ہے، جب یہ لوگ دلائل سے بالکل تہی دست ہو جائیں، تو ان کے پاس ایسے حیلے بکثرت موجود ہیں۔

تنبیہ : حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فإنّ القيام عليها عند وسطها لسترها ، و ذالک مطلوب فى حقّها ، بخلاف الرّجل ، ويحتمل أن لا يكون معتبرا ، وإنّ ذالک كان قبل اتّخاذ النّعش للنّساء ، فأمّا بعد اتّخاذه فقد حصل السّتر المطلوب ، ولهذا أورد المصنّف التّرجمة مورد السّؤال ، وأراد عدم التّفرقة بين الرّجل والمرأة ، وأشار إلى تضعيف ما رواه أبو داوٗد والتّرمذىّ من طريق أبى غالب عن أنس بن مالک أنّه صلّى على رجل ...

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا عورت کے جنازے پر کھڑا ہونا اس کو چھپانے کے لئے تھا، یہ بات عورت کے حق میں مطلوب ہے، مرد کے حق میں نہیں، یہ بھی احتمال ہے کہ یہ تاویل معتبر نہ ہو اور یہ عمل عورتوں کے لئے تابوت وغیرہ رکھنے سے پہلے ہو، جبکہ اس کے بعد مطلوب پردہ حاصل ہو گیا، اسی لیے مصنف (امام بخاری رحمہ اللہ) نے باب سوال کے انداز میں قائم فرمایا ہے، ان کی مراد یہ ہے کہ مرد اور عورت کے

جنازے میں کھڑے ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے اور انہوں نے ابوداؤد اور ترمذی کی سیدنا انس رضی اللہ عنہ والی روایت کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (فتح الباری : ۲۰۱/۳)

تبصرہ : حافظ رحمہ اللہ کی یہ بات محل نظر ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عورت کے وسط کے برابر میں کھڑے ہوئے تھے، قیامت تک یہ سنت نبوی قابل عمل ہے، محض احتمالات کی وجہ سے اسے چھوڑ نا درست نہیں، ویسے بھی اگر یہی پردے والی مصلحت وحکمت موجود بھی تھی تو کیا ہوا؟ کسی اور مقام کی تعین کے لئے بھی تو سنت درکار ہے، جو کہ موجود ہی نہیں، پھر اس علت کو بیان کرنا بلا فائدہ ہے۔

رہا ان کا یہ کہنا کہ امام بخاری نے باب چونکہ سوالیہ انداز میں قائم کیا ہے، لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک مرد وعورت کے جنازے میں ایک ہی جگہ کھڑا ہوا جائے گا، یہ بات بھی درست معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ امام ترمذی، امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ کی تبویب بھی سوالیہ انداز سے ہے، جیسا کہ ہم پیش کر چکے ہیں، حالانکہ انہوں نے اپنی تبویب میں مرد کی جگہ کی تعین انس رضی اللہ عنہ کی حدیث لاکر کی ہے، لہٰذا اس سے امام بخاری کی مراد عدم تفرقہ بتانا حافظ صاحب رحمہ اللہ کی خطا ہے، نیز اس ترجمہ کو ابوداؤد اور ترمذی والی روایت کے ضعف کی طرف اشارہ قرار دینا بھی درست نہیں، کیونکہ مذکورہ ائمہ نے بالکل یہی تبویب قائم کر کے سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کیا ہے، اس پر طرہ یہ کہ امام ترمذی نے یہی تبویب قائم کر کے اس کے تحت انس کی حدیث کو ''حسن'' بھی کہا ہے۔

ان تصریحات کے بعد معلوم ہوا کہ امام بخاری کی یہ تبویب سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت کے ضعف کی طرف اشارہ نہیں، بلکہ ممکن ہے کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث صحیح تو تھی لیکن امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق نہ تھی، لہٰذا انہوں نے پیش نہ کی، البتہ تبویب کے ذریعے اس کی طرف اشارہ کر دیا، جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کرتے رہتے ہیں۔



اہل الحدیث اور اہل الرائے!

ابو عبداللہ

امام عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''میں نے اپنے والد (امام اہل سنت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ) سے سوال کیا کہ ایک شخص اپنے کسی پیش آمدہ دینی معاملے، یعنی طلاق میں قسموں وغیرہ کے بارے میں کسی سے پوچھنا چاہتا ہے اور اس کے شہر میں کچھ اہل رائے ہیں اور کچھ ایسے اہل حدیث ہیں، جن کو احادیث اتنی یاد نہیں، نہ ہی وہ ضعیف حدیث اور قوی سند کو پہچانتے ہیں، وہ شخص کس سے مسئلہ پوچھے گا؟ اہل رائے سے یا ان لوگوں، یعنی کم علم اہل حدیثوں سے؟ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا، وہ اہل حدیث سے مسئلہ پوچھے، اہل رائے سے نہ پوچھے، کیونکہ ضعیف حدیث امام ابوحنیفہ کی رائے سے بہتر ہے۔'' (تاریخ بغداد للخطیب : ۴۱۸/۱۳، وسندہٗ صحیحٌ)

عبداللہ بن الحسن الہسنجانی الرازی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''میں مصر میں تھا، جامع مسجد میں میں نے ان کا قاضی دیکھا۔ میں سخت بیمار تھا، میں نے قاضی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اہل حدیث مسکین ہوتے ہیں، وہ فقہ نہیں جانتے۔ میں گھٹنوں کے بل اس کی طرف آیا اور کہا، نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کا مردوں اور عورتوں کے زخموں کے متعلق اختلاف ہوگیا تھا، بتاؤ کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کیا کہا تھا، سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کیا کہا تھا اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کیا کہا تھا؟ اس بات نے اسے لاجواب کر دیا۔ میں نے اسے کہا، آپ کا یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اہل حدیث فقہ نہیں جانتے، جبکہ میں ادنیٰ سا اہل حدیث ہوں اور میں نے آپ سے ایک سوال کیا ہے، لیکن آپ اس کا جواب نہیں دے سکے، پھر آپ کس طرح دوسروں کے بارے میں یہ بات کہتے ہیں کہ وہ ایک چیز کو اچھی طرح نہیں جانتے، حالانکہ آپ اس چیز کو خود اچھی طرح نہیں جانتے؟ (شرف اصحاب الحدیث للخطیب : ص ۱۱۷، ۱۱۸، وسندہٗ صحیحٌ)

سنی امام ابومزاحم موسیٰ بن عبیداللہ الخاقانی البغدادی رحمہ اللہ (م ۳۲۵ھ) نے ایک شعر کہا ہے، جس کا مفہوم یہ ہے: ''اہل کلام اور اہل رائے کے پاس وہ علمِ حدیث نہیں، جس کے ذریعے آدمی نجات پا سکتا ہے۔ اگر یہ لوگ احادیث و آثار کو جانتے ہوتے تو ان سے منحرف نہ ہوتے، لیکن وہ ان سے جاہل ہیں۔'' (شرف اصحاب الحدیث للخطیب : ص ۱۱۹، وسندہٗ حسنٌ)

اہل حق کون؟

ابنِ جلال دین

امام ابوبکر محمد بن الحسین بن عبداللہ الآجری رحمہ اللہ (م ۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

''اہل حق کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ ایمان میں استثناء کرتے ہیں (کہتے ہیں کہ **ان شاء اللہ** ہم مؤمن ہیں)، ان کا یہ قول شک کی بنا پرنہیں، ہم ایمان میں شک سے اللہ کی پناہ میں آتے ہیں، لیکن اہل حق ایمان میں استثناء اس ڈر سے کرتے ہیں کہ ایسا نہ کرنے سے اپنے ایمان کی حد درجہ صفائی پیش کرنا لازم آتا ہے، حالانکہ کوئی نہیں جانتا کہ وہ ان لوگوں میں سے ہے یا نہیں، جو حقیقتِ ایمان کے مستحق ہیں۔ اسی لیے اہل حق، اہل علم سے جب سوال کیا جاتا تھا کہ کیا آپ مؤمن ہیں؟ تو وہ کہتے تھے، میں اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یومِ آخرت، جنت اور جہنم وغیرہ پر ایمان لاتا ہوں۔ یہ بات کہنے والا اور دل سے اس کی تصدیق کرنے والا مؤمن ہوتا ہے۔ ایمان میں استثناء تو اس لیے کی جاتی ہے کہ کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے حقیقی مؤمنوں کی جو صفات بیان کی ہیں، وہ اس پر صحیح صادق آتی ہیں یا نہیں۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعینِ عظام رحمہم اللہ کا یہی طریقہ تھا۔ ان کے نزدیک استثناء قول وتصدیق میں نہیں ہوتی، بلکہ استثناء ان اعمال میں ہوتی ہے، جو حقیقتِ ایمان کو ثابت کرنے والے ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک لوگ ظاہری اعتبار سے مؤمن ہیں، اسی اعتبار سے وہ باہم وارث بنتے ہیں، باہم نکاح کرتے ہیں اور اسی اعتبار کے ساتھ اسلام کے احکام چلتے ہیں، لیکن استثناء اس اعتبار سے ہوگی، جو ہم نے اور ہم سے پہلے علمائے کرام نے بیان کردیا ہے۔

اس بارے میں بہت سی احادیث وآثار مروی ہیں، جو ہماری ذکر کردہ بات کی تائید کرتے ہیں:

فرمانِ الٰہی ہے: ﴿ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ آمِنِيْنَ ﴾ (الفتح : ۲۷)

''اگر اللہ نے چاہا تو وہ (مسلمان) ضرور امن کی حالت میں مسجدِ حرام میں داخل ہوں گے۔''

حالانکہ اللہ تعالیٰ کو تو خوب معلوم تھا کہ مسلمان مسجدِ حرام میں داخل ہونے والے ہیں۔

اسی طرح نبیٔ اکرم ﷺ قبرستان میں داخل ہوئے اور یہ دُعا پڑھی:

((السّلام علیکم دار قوم مؤمنین ، وإنّا إن شاء اللّٰہ بکم لاحقون))

''تم پر سلامتی ہو اے مؤمنوں کے گھر کے باسیو! ہم بھی **ان شاء اللہ** تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔'' (صحیح مسلم : ۲۴۹)۔ (الشریعۃ للآجری : ص ۱۳۰)